



**A SURVEY OF THE REPRESENTATIVE WORKS
ON "TAFSEER-AL-QURAN BIL-QURAN"**

DISSERTATION

**SUBMITTED IN PARTIAL FULFILMENT OF THE REQUIREMENTS
FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF**

Master of Philosophy

In

Sunni Theology

SUBMITTED BY

NAZIR AHMAD ALAI

UNDER THE SUPERVISION OF

Dr. Mohammad Saleem

(Associate Professor)

**DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)**

2011



تفسیر القرآن بالقرآن کی نمائندہ تفسیروں کا جائزہ

مقالہ برائے

ایم فل

نگراں

ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ دینیات (سنی)

مقالہ نگار

نذیر احمد علانی

شعبہ دینیات (سنی)

شعبہ دینیات (سنی)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ



DS-4257



DS4257



DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202002 (INDIA)

Dated...3/09/11...

CERTIFICATE

This is to certify that the study entitled **A SURVEY OF REPRESENTATIVE WORKS ON "TAFSEER-AL-QURAN BIL-QURAN"** carried out by **Nazir Ahmad Alai** in the Department of Sunni Theology, Aligarh Muslim University, Aligarh, is to the best of my knowledge an original work and is quite suitable for the award of the degree of Master of Philosophy in Sunni Theology.

Dr. Mohammad Saleem

Associate Professor
(Supervisor)

عنوان

تفسیر القرآن بالقرآن کی نمائندہ تفسیروں کا جائزہ

باب اول:

تفسیر القرآن بالقرآن کا مفہوم اور تاریخی ارتقاء

باب دوم:

تفسیر القرآن العظیم کا مطالعہ

باب سوم:

تفسیر القرآن بکلام الرحمن کا مطالعہ

باب چہارم:

تفسیر تدبر قرآن کا مطالعہ

کتابیات

مقدمہ

۱.....

باب اول: تفسیر القرآن بالقرآن کا مفہوم اور تاریخی ارتقاء..... ۱۴

تفسیر کی تعریف..... ۱۴

قرآن میں تفسیر کے معنی..... ۱۴

لغت میں تفسیر کی تعریف..... ۱۵

تفسیر کی اصطلاحی تعریف..... ۱۷

قرآن میں تاویل کے معنی..... ۱۹

سنت میں تاویل کے معنی..... ۲۰

خلاصہ..... ۲۰

لغت میں تاویل کے معنی..... ۲۱

تفسیر اور تاویل کے درمیان باہمی فرق..... ۲۲

تفسیر اور تاویل کے سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال..... ۲۳

خلاصہ بحث..... ۲۴

حوالہ جات..... ۲۷

طرق تفسیر

۳۱.....

تفسیر بالمآثور اور تفسیر بالرأی..... ۳۱

تفسیر بالمآثور کی تعریف..... ۳۱

تفسیر بالمآثور کی تین قسمیں..... ۳۱

| | |
|----|---|
| ۳۱ | (۱) تفسیر القرآن بالقرآن |
| ۳۱ | (۲) تفسیر القرآن بالحديث |
| ۳۱ | (۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابة والتابعين |
| ۳۱ | تفسیر القرآن بالقرآن کی تعریف |
| ۳۲ | تفسیر بالرأی کی تعریف |
| ۳۲ | تفسیر بالرأی کی دو قسمیں: |
| ۳۲ | تفسیر بالرأی المحمود |
| ۳۲ | تفسیر بالرأی المذموم |
| ۳۵ | تفسیر بالرأی المحمود و تفسیر بالرأی المذموم کی مثالیں |
| ۳۸ | تفسیر القرآن بالقرآن کے دو اصول: |
| ۳۸ | تفسیر بالقرآن متصلاً، تفسیر بالقرآن منفصلاً |
| ۳۹ | تفسیر القرآن بالقرآن کے اقسام |
| ۳۹ | (۱) تفسیر العام بالخاص |
| ۳۹ | (۲) تفسیر المجمل بالمبین |
| ۴۰ | (۳) تفسیر المطلق بالمقید |
| ۴۱ | (۴) تفسیر الاجمال بالتفصیل |
| ۴۱ | (۵) تفسیر القرآن بالاستقراء |
| ۴۱ | (۶) تفسیر القرآن بالقراءات |
| ۴۳ | (۷) تفسیر الآيات للاحكام |
| ۴۷ | تفسیر القرآن بالحديث النبوی |
| ۴۸ | تفسیر القرآن بالحديث کی مثالیں |

| | |
|----|---|
| ۴۹ | تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین |
| ۵۰ | تفسیر القرآن باقوال الصحابہ کی مثالیں |
| ۵۱ | تفسیر القرآن باقوال التابعین کی مثالیں |
| ۵۲ | حوالہ جات |
| ۵۶ | تفسیر القرآن بالقرآن کا تاریخی ارتقاء |
| ۵۷ | تفسیر القرآن دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں |
| ۵۸ | صحابہ کرامؓ کی قرآن فہمی |
| ۵۹ | حضرت ابی بن کعبؓ کا تعارف |
| ۶۰ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۶۰ | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تعارف |
| ۶۲ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۶۳ | حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعارف |
| ۶۵ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۶۶ | تفسیر القرآن دور تابعین میں |
| ۶۶ | مذہب تفسیر |
| ۶۷ | حضرت مسروقؓ کا تعارف |
| ۶۷ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۶۸ | حضرت ابوالعالیہؓ کا تعارف |
| ۶۹ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۷۰ | حضرت مجاہدؓ کا تعارف |
| ۷۰ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |

| | |
|----|--|
| ٤١ | تفسیر القرآن تبع تابعین کے دور میں |
| ٤٢ | حضرت سفیان بن عیینہؒ کا تعارف |
| ٤٢ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٤٢ | مسلم بن قتیبہؒ کا تعارف |
| ٤٣ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٤٣ | تفسیر القرآن تبع تابعین کے بعد کے ادوار میں |
| ٤٤ | علامہ ابن جریر طبریؒ کا تعارف |
| ٤٥ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٤٦ | ابن المذکرؒ کا تعارف |
| ٤٦ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٤٦ | ابن ابی حاتمؒ کا تعارف |
| ٤٤ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٤٤ | تفسیر القرآن چوتھی صدی ہجری کے بعد |
| | پانچویں صدی ہجری سے عصر حاضر تک کی چند تفسیر القرآن بالقرآن والی |
| ٨١ | تفاسیر کا مختصر جائزہ مع مثالیں |
| ٨١ | ابو جعفر طوسیؒ کا تعارف |
| ٨١ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٨٢ | امام بغویؒ کا تعارف |
| ٨٣ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ٨٣ | امام قرطبیؒ کا تعارف |
| ٨٣ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |

| | |
|----|-----------------------------------|
| ۸۴ | ابو حیانؒ کا تعارف |
| ۸۵ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۸۵ | مفسر فیروز آبادیؒ کا تعارف |
| ۸۶ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۸۶ | جلال الدین محلیؒ کا تعارف |
| ۸۶ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۸۷ | جلال الدین سیوطیؒ کا تعارف |
| ۸۸ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۸۹ | ابو السعودؒ کا تعارف |
| ۸۹ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۹۰ | ابوالفیض فیضیؒ کا تعارف |
| ۹۰ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۹۰ | شیخ اسماعیلؒ کا تعارف |
| ۹۱ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۹۲ | قاضی ثناء اللہ پانی پٹیؒ کا تعارف |
| ۹۳ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۹۴ | ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تعارف |
| ۹۵ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۹۷ | پیر کرم شاہؒ کا تعارف |
| ۹۸ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۹۸ | خلاصہ بحث |

| | |
|-----|--|
| ۹۹ | حوالہ جات |
| ۱۰۶ | باب دوم: تفسیر القرآن العظیم کا مطالعہ |
| ۱۰۶ | علامہ ابن کثیرؒ کا اجمالی تعارف |
| ۱۰۶ | تعارف تفسیر |
| ۱۰۷ | انداز بحث |
| ۱۰۸ | خصوصیات |
| ۱۱۰ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۱۱۵ | خلاصہ |
| ۱۱۶ | حوالہ جات |
| ۱۱۸ | باب سوم: تفسیر القرآن بکلام الرحمن کا مطالعہ |
| ۱۱۸ | مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا اجمالی تعارف |
| ۱۱۹ | تفسیر کا تعارف |
| ۱۲۰ | انداز بحث |
| ۱۲۱ | خصوصیات |
| ۱۲۱ | تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں |
| ۱۲۳ | خلاصہ |
| ۱۲۵ | حوالہ جات |
| ۱۲۶ | باب چہارم: تفسیر تدبر قرآن کا مطالعہ |
| ۱۲۶ | مولانا امین احسن اصلاحیؒ کا اجمالی تعارف |
| ۱۲۷ | تفسیر کا تعارف |

| | |
|-----|------------------------------|
| ۱۲۷ | انداز بحث |
| ۱۳۰ | خصوصیات |
| ۱۳۲ | تفسیر آیات بالآیات کی مثالیں |
| ۱۳۷ | خلاصہ |
| ۱۳۸ | حوالہ جات |
| ۱۳۹ | کتابیات |
| ۱۳۹ | عربی |
| ۱۴۲ | اردو |

مقدمہ



مقدمہ

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور ان میں سے بعض پر کتابیں نازل فرمائیں قرآن مجید میں صراحت موجود ہے کہ ہر قوم میں اس کی رشد و ہدایت کے لیے رسول بھیجا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ: م ۱ (ہم نے ہر رسول کو اس کی اپنی قوم کی زبان میں مبعوث کیا تا کہ وہ ان کے سامنے اس کی وضاحت کر سکے) اسی اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب محمد ﷺ پر ان کی اپنی زبان یعنی عربی میں نازل فرمائی، جیسا کہ فرمان الہی ہے: بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ م ۲ (کھول کر بیان کرنے والی عربی زبان میں)

قرآن کریم بنی نوع انسان کی فلاح و اصلاح کے جملہ اجزاء و عناصر پر مشتمل ہے، یہ ایک بدیہی امر ہے کہ قرآنی تعلیمات کی پیروی قرآن کے فہم و تدبر کے بعد ہی ممکن ہے اور قرآن مجید جس رشد و ہدایت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اور اس کا معجزانہ اسلوب جن حکمتوں کا جامع ہے، جب تک ان سے آگہی حاصل نہ کی جائے تب تک اس کی پیروی کا کوئی امکان نہیں ہے، یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم قرآنی الفاظ کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس پر عمل کریں کیونکہ قرآن کریم کو جب تک مسلم معاشرہ میں حاکمیت کا وہ مقام حاصل رہا جس کا وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہونے کی حیثیت سے مستحق تھا، اس کی تعلیمات کو مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی حیثیت حاصل رہی اور ان کی فکر و نظر کے پیمانے اسی کی تعلیمات سے مأخوذ رہے اس وقت تک یہ امت مسلمہ ان تمام برکات سے بہرہ مند رہی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔

قرآن پر عمل اس وقت ممکن ہے جب اس کو سمجھ کر پڑھا جائے، کتاب الہی جو بنی نوع انسان

کی اصلاح و فلاح اور ان کے اعزاز و اکرام کو برقرار رکھنے کے لیے نازل ہوئی ہے، عظیم علمی ذخائر کی جامع ہے علم تفسیر ان تمام علوم کا سرچشمہ ہے، یعنی اگرچہ لوگ قرآنی الفاظ کو دن میں ہزاروں مرتبہ دہراتے رہیں لیکن جب تک ان میں تفکر و تدبر نہیں کریں گے ان کے مفاہیم و معانی سے واقف نہیں ہو سکتے، نسخہ ہائے قرآن اور حفاظ کی کثرت کے باوجود مسلمان جس تزلزل و انحطاط کا شکار ہیں، اس کی بڑی وجہ قرآنی تعلیمات سے لاعلمی ہے، حالانکہ ان کی تعداد کچھ کم نہیں اور ان کے بلاد و امصار بھی دور دراز تک پھیلے ہوئے ہیں، ہمارے اسلاف نے اسی قرآن کی برکت سے ترقی کے جو منازل طے کئے تھے، مورخین اس پر ششدر و حیران ہیں، باوجودیکہ ان کی تعداد کم تھی وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے، قرآن مجید کے نسخے بھی انہیں بسہولت میسر نہ تھے حفاظ قرآن کی تعداد بھی نہایت محدود تھی، لیکن انکی اس ترقی کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تر توجہ قرآن مجید کے درس و مطالعہ، تفسیر و تشریح، فہم و عمل کی جانب مبذول کی تھی۔

تفسیر کی غرض و غایت:

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اس لحاظ سے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے مطالب و اغراض اور مقاصد مراد خداوندی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے بیان کئے جائیں نیز ان مقاصد سے واقفیت حاصل کی جائے جو دینی امور کے لیے مفید ہیں، کلام اللہ کا موضوع انسان ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۳

اس وجہ سے تفسیر القرآن کی غرض و غایت یہی ہے کہ انسان قرآن کریم سے راہ نمائی حاصل کر کے نجات حاصل کرے اور اسی سے صحیح عقائد تک رسائی حاصل کرے اور اسی کو اپنے عقائد و افکار کا اصل مرجع و منبع اور ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ بنائے اس لئے کہ ہمارے اعمال اور کامیابی کا سارا دار مدار اسی کلام الہی کے معنی و مفہوم کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے پر موقوف ہے کلام الہی کو سمجھنے میں ہم سے اگر کوئی غلطی ہوگی تو اسکا اثر لازماً ہمارے اعمال پر پڑے گا جبکہ قرآن کریم کا ایک نادر اسلوب یہ ہے کہ تخیل و تجسیم کے ذریعے کسی چیز یا واقعہ کی منظر کشی کرتا ہے یعنی قرآن مجید ذہنی معانی کو مجسم

بنا کر محسوس انداز میں انسان کو عطاء کرتا ہے، اس اصول کو قرآن کریم نے خود واضح کر دیا: فرمایا:

انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ: ص ۴

اسی طرح تفسیر کی غرض و غایت اصول و آداب سے باخبر ہونا اور مرادِ خداوندی کو واضح کرنا اور اس کا صحیح فہم حاصل کر کے اس پر عمل کرنا صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا اور سعادت دارین حاصل کرنا ہے غرض یہ کہ اپنے منتہائے مقصود کے اعتبار سے یہ نفوسِ انسانی کے تزکیہ کا ذریعہ ہے، اور جو اس تزکیہ پر عمل کرے ان کے لئے جنت ہے، یہ کتاب اپنی ہدایت کے دروازے اس کے لیے کھول دیتی ہے جو اس کی طرف چلے، نیز اس میں یہ چیز بھی پنہاں ہے کہ اس کا فائدہ یا دہانی، عبرت آموزی اور عقائد و عبادات و معاملات اور اخلاق میں خداوندی ہدایات کا معلوم کرنا ہے، تاکہ فرد اور معاشرہ دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہم کنار ہو جائے، اس لیے فنِ تفسیر میں صرف انہی امور سے بحث کی جاسکتی ہے، جو قرآن حکیم کے اغراض و مقاصد سے متعلق ہوں، ایسے کسی امر کا ذکر کرنا جس کا کوئی تعلق قرآن مجید کے اغراض و مقاصد مطلوبہ سے نہ ہو، اس کو تفسیر نہیں کہا جائیگا، مثلاً کوئی شخص آیت ”يَا هَامَانَ ابْنِ لِيْ صَرْحًا“ کی تفسیر و تشریح میں فنِ تعمیرات کے اصول اور اس کی جزئیات سے بحث شروع کر دے اور انجینئرنگ کے طریقوں کا استنباط کلام اللہ سے کرنے لگے، تو یہ تفسیر نہیں کہلائیگی، اس لیے مضامین تفسیر وہی ہونگے جو موضوع تفسیر کے ماتحت ہوں قرآن کریم کے مقاصدِ اصلیہ سے تعلق رکھتے ہوں ورنہ مقاصدِ قرآن نظر انداز ہوں گے، کیونکہ موضوع تفسیر میں وہی مضامین ہیں جو علومِ الہیہ ہیں، اور مقاصدِ قرآن ہیں، لہذا ہر کس و نا کس محض زبان سمجھنے کی وجہ سے اس کلامِ الہی کی عظمتوں اور اس کی خوبیوں اور حقائق و معارف اور اغراض و مقاصد کا ادراک کر سکے جن کا اس کلام میں ارادہ فرمایا گیا، نہیں کر سکے گا۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ اپنی کتاب ”فہم قرآن“ میں رقم طراز ہیں کہ فہم قرآن سے غرض یہ ہے کہ انسان مجتہدانہ طور سے احکام کا استنباط کر سکے، قرآن کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کے حقیقی مفہوم کو متعین کر سکے، اس کے معیارِ بلاغت کو دریافت کر کے یہ سمجھ سکے کہ یہاں کلام کا مقتضیٰ حال کیا ہے اور

کس مسئلہ پر زیادہ زور دینا منظور ہے اس اعتبار سے فہم قرآن کسی ترجمہ کے دیکھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کچھ شرائط اور اصول ہوں گے جن کو حاصل کر لینے کے بعد ہی ایک شخص قرآن میں غور و فکر کا اہل ہو سکتا ہے یہ چیزیں بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق علوم و فنون سے ہے جو کسب و اکتساب سے حاصل ہوتی ہیں، دوسری قسم کی چیزوں کا تعلق عمل و کردار سے ہے۔ مولانا اکبر آبادیؒ نے فہم قرآن کی چار شرائط بیان کی ہیں۔

(۱) قرآن فہمی کے لیے پہلی شرط عربیت ہے اس سے مراد قرآن کا صرف اجمالی مطلب سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ عربی کلام پڑھتے وقت وہی لذت و سرور حاصل ہو جو خود اس کو اپنی زبان کا اچھا شعر سن کر حاصل ہوتا ہے۔

(۲) دوسری شرط نور بصیرت ہے، دوسرے لفظوں میں اسے ذوق قرآنی کہہ سکتے ہیں ایک قرآن ہی پر کیا موقوف ہے دنیا کا کوئی علم و فن ایسا نہیں جس میں کمال اور مجتہدانہ نظر پیدا کرنے کے لیے عام ذہانت و فطانت کے علاوہ اس علم کے ساتھ ایک فطری لگاؤ ہو۔ پہلی شرط کسی ہے دوسری وہی ہے۔

(۳) تیسری شرط تقویٰ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص روحانی اعتبار سے اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ کلام الہی سن کر اس کا اثر قبول کر سکے اس کی طرف اس قرآنی آیت میں اشارہ ملتا ہے

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ: ۷۷

اگر مریض میں دوا کے اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو طبیب حاذق کیا کرے گا۔

(۴) چوتھی شرط تفسیر القرآن بالقرآن: یعنی ایک آیت میں ایک لفظ کو دیکھ کر ہی اس کی تفسیر و تاویل کی جرأت نہ کی جائے، بلکہ تمام قرآن مجید کا مطالعہ بنظر عمیق کر کے قرآن کی زبان اور اس کے طرز ادا و طریقہ بیان کے ساتھ ایک ایسی مناسبت پیدا کر لی جائے کہ تعین مراد میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، ایک جگہ جو کسی لفظ کے معنی مراد لیے گئے ہوں وہ کسی دوسرے مقام کے منافی نہ ہوں، اسی طرح کسی آیت سے کوئی حکم استنباط کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حکم قرآن میں جتنے مواقع میں بیان کیا گیا گیا، ان سب کو ملحوظ رکھا جائے اور ہر ایک موقع کے سیاق و سباق پر مبصرانہ نگاہ ڈال کر اس حکم کی اصل روح تک پہنچنے کی سعی کی جائے۔ ۸

قرآن سمجھنے کے لئے تفسیر القرآن بالقرآن کو بے حد اہمیت حاصل ہے، یعنی قرآنی آیات کی تفسیر، قرآن کی دوسری آیات سے کی جائے، پھر جو عربی الفاظ زمانہ نزول قرآن میں مستعمل تھے، ان سے بھی استفادہ کیا جائے، اس بنیاد پر صاحب ”تدبر قرآن“ کا خیال ہے کہ ”قرآن کریم کے فہم و تدبر کی اصل بنیاد خود قرآن شریف ہی ہے، اس لیے قرآن کے طالب علم کو چاہئے کہ وہ تمام مشکلات میں پہلے قرآن حکیم ہی سے رہنمائی چاہے، سلف کا مذہب بالاتفاق یہ رہا ہے: القرآن یفسر بعضہ بعضا، اور خود قرآن نے اپنی صفت: کِتَابًا مُّتَشَابِهًا: ۹۔ بیان کی ہے، لہذا اس طریقہ کو اپنا کر صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیے لفظ کے معنی کی حقیقت پر دلالت کرنے والا بہترین قرینہ لفظ کا سابقہ قول کے ساتھ موافق ہو جانا ہے اور جملہ کے معنی کے ساتھ جو معنی پوری طرح مناسب ہو جائے اور اس مقصد کے ساتھ جڑ جائے جس کے لیے کتاب عزیز میں وہ جملہ آیا ہے، تو اس جگہ لفظ کے مختلف معانی میں سے وہی معنی مطلوب ہے، بعض مواقع پر اس امر کی بھی تشریح ہے کہ جس طرح قرآن مجید کا نزول اللہ کی طرف سے ہے، اسی طرح اس کے اجمالات کی تفصیل کرنے کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے اصولی لحاظ سے یہ بات اگرچہ ہر دور میں ارباب تاویل کے پیش نظر رہی ہے، لیکن اس معاملہ کی صحیح نوعیت وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے کبھی نہیں آئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عموماً ارباب تفسیر کو یہ راہ نہایت دشوار نظر آئی اور وہ بعض ایسی وادیوں میں بھٹک گئے، جو فہم قرآن سے نہایت دور کرنے والی تھیں، حالانکہ فہم قرآن کی کلید خود قرآن حکیم ہی ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے یہ اپنے تمام اجمالات کی خود تشریح کرتا ہے، صرف اسی کتاب عزیز کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے اکثر مشکل الفاظ اور دقیق اسالیب کے حل کے لیے بھی اپنے اندر مثالوں اور نظائر کا ایک قیمتی ذخیرہ رکھتی ہے، جیسا کہ قرآن کی تعلیمات اس کے تاریخی اشارات اس کے مخفی تلمیحات یہ ایسی چیزیں ہیں جس کے باب میں ہر گروہ تفسیر نے تفسیر القرآن کے اصول کو متفق طور پر تسلیم کیا ہے۔“۔ ۱۰

اس طرح قرآن کی تصریح سے یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ کلام الہی کی تفسیر و تشریح خود قرآن

میں موجود ہے اس تصریح نے یہ چیز بھی متعین اور ثابت کر دی کہ کلام اللہ کی تفسیر ہر ذوق اور ہر مختلف طبقہ اور ہر نوع کے افکار و آراء کے حوالہ نہیں کی گئی کہ کوئی طبقہ جو کچھ چاہے اپنے ذوق و خیالات پر اس کو ڈال لے، اور جو شخص جس نوع کے اعتقاد و رجحانات رکھتا ہو وہ اسی کی طرف کھینچے لگے، اس لئے بعض معروف مفسرین کے اصول فہم قرآن کا تذکرہ کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ”تفسیر کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے کیونکہ قرآن میں جو مضمون ایک جگہ مجمل ہے تو دوسری جگہ مفصل ملے گا اور جہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے، دوسری جگہ اس کی تفصیل مل جائے گی، اور اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکو تو سنت کی طرف رجوع کرو جو قرآن کی شرح و تفسیر کرتی ہے، لیکن جب قرآن و سنت سے معنی معلوم نہ ہوں تو اقوال صحابہ کرام کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ نزول قرآن کا براہ راست مشاہدہ اور ان مخصوص حالات کی معرفت ان کو حاصل تھی“۔ ۱۱

صحابہ و تابعین کے بارے میں ابن تیمیہ کا اصرار یہاں تک ہے کہ اگر کسی آیت کی تفسیر میں ان کے دو مختلف اقوال ہوں تب بھی ان کے بعد والوں کے لیے تیسرا قول اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ الفاظ تو مختلف ہوتے ہیں، مگر معنائ ان میں اختلاف نہیں ہوتا، بلکہ ایک ہی چیز کا جدا جدا لفظوں میں بیان و اظہار ہوتا ہے جو سلف کی تفسیروں میں بہت نظر آتا ہے لہذا اسے سمجھنا اور خیال رکھنا چاہئے۔ ۱۲

ابن تیمیہ تفسیر بالرأی سے احتیاط کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور لغت سے مفہوم نکالنے کے سلسلہ میں کافی فہم و بصیرت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ ”تفسیری لغزش کی دو وجوہ ہیں ایک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے پہلے سے اپنے عقیدے اور نظریے بنا لیے، پھر قرآنی الفاظ کو کھینچ کر ان پر منطبق کرنے لگے، دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی تفسیر خالص لغت عرب سے کی ہے اور اس کا لحاظ نہ کیا کہ متکلم کی مراد کیا ہے اور اس نے کیا مطلب بیان کیا جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور وہ لوگ کیا سمجھتے تھے جو

قرآن کریم کے اولین مخاطب تھے۔“ ۱۳۔

شان نزول کے سلسلہ میں ابن تیمیہ کا خیال یہ ہے کہ اگر سلف نے الگ الگ واقعات کو ایک ہی آیت کی شان نزول کہا ہے، تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے یہ سب صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ آیت ان تمام واقعات کے بعد نازل ہوئی ہو اور ان تمام کو جامع ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو، ایک مرتبہ اس سبب کے نتیجہ میں اور دوسری مرتبہ دوسری سبب کے نتیجہ میں، اس اختلاف کی وجہ بھی ابن تیمیہ کی نظر میں ناگزیر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ”تنوع تفسیر کی ان دونوں قسموں کو جو سلف امت کی تفاسیر میں اکثر ملتی ہیں، اختلاف سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ ان میں اختلاف نہیں ہے، محض تنوع ہے، جو کبھی اسماء صفات کے تنوع کی وجہ سے ہوتا ہے، اور کبھی اس لیے پیش آتا ہے کہ مسلمہ کی تمام تفسیر ذکر نہیں ہوئی بعض ہی انواع و اقسام کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ تمثیلات کا معاملہ ہے۔“ ۱۴۔

اس طرح ابن تیمیہ نے تفسیر کا جو منہج اختیار کیا وہ یہ ہے کہ پہلے آپ آیت کی تفسیر میں سلف کے اقوال نقل کرتے ہیں، پھر ان کی روشنی میں اپنی بات کہتے ہیں۔
شاہ ولی اللہ کے تفسیری اصول :-

شاہ صاحب نے جملہ قرآنی آیات کو درج ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے ان کی تفصیل بیان کرنے کی ذمہ داری ان علوم کے ماہرین پر ڈالی ہے۔

(۱) علم الاحکام یعنی واجب، مستحب، مکروہ اور حرام، یہ احکام خواہ عبادات میں سے ہوں یا معاملات میں سے، تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاسیات مدن سے، اس علم کی تفصیل فقہاء کے ذمہ ہے۔

(۲) علم الخاصمہ یعنی علم مناظرہ چاروں گمراہ فرقوں کے ساتھ مباحثہ کرنا، اور وہ ہیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین و منافقین اس علم کی توضیح متکلمین کے ذمہ ہے۔

(۳) علم التذکیر بآلاء اللہ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش اور بندوں کی ضروریات کی تکمیل

نیز اللہ کی صفات کاملہ کا بیان۔

(۴) علم التذکیر بایام اللہ یعنی وہ واقعات جن کو اللہ نے بیان فرمایا ہے، جیسے اطاعت کرنے والے کو انعام و جزاء، اور مجرموں کے لیے تعذیب۔

(۵) علم التذکیر بالموت وما بعدہ یعنی حشر و نشر، حساب و میزان، دوزخ و جنت وغیرہ کا بیان، ان علوم کی تفصیل کو محفوظ رکھنا اور ان کے مناسب احادیث اور آثار پیش کرنا واعظوں اور مذکروں کا کام ہے۔ ۱۵

شاہ ولی اللہ اسباب نزول کے تعیم کے قائل ہیں اور اسے اجتہادی بھی سمجھتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ ”حضرات صحابہ و تابعین اکثر فرماتے ہیں کہ یہ آیت فلاں فلاں واقعہ میں نازل ہوئی مگر ان کا مقصود صرف آیت کے افراد و مصداق کی تصویر کشی اور بعض ایسے مخصوص واقعات کا ذکر ہوتا ہے، جس کو آیت اپنے عموم کی وجہ سے شامل ہے، عام اس لئے کہ وہ واقعہ جس کو انہوں نے سبب نزول کہا ہے، آیت کے نزول سے مقدم ہو یا مؤخر، اسرائیلی ہو، جاہلی ہو، یا اسلامی ہو، آیت کی تمام قیود کو حاوی ہو یا بعض کو، اس تحقیق سے پتہ چلا کہ اجتہاد کو بھی سبب نزول میں کچھ دخل ہے اور اسباب نزول میں متعدد قصوں کے ذکر کرنے کی گنجائش ہے“۔ ۱۶

آپ کے یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول بھی پایا جاتا ہے، کہ قرآن مجید میں کسی مقام پر ایک قصہ کو مجملًا بیان کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ مفصلًا، جیسا کہ اول میں یہ فرمایا: قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے)۔ ۱۷ پھر یہ فرمایا، قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ: ۱۸ (فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو) یہ بیان دراصل وہی سابق بیان ایک قسم کی تفصیل کے ساتھ ہے، اس لیے اس تفصیل سے اجمال سابق کی تفسیر کر سکتے ہیں۔ ۱۹

شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ قرآنی علوم کو پانچ بڑے بڑے عنوانات کے تحت تقسیم کیا، آپ سے

پہلے اس قسم کی تقسیم کسی مفسر کے ہاں نہیں ملتی، اس کے علاوہ شان نزول کے سلسلہ میں آپ کا نظریہ یہ ہے کہ معاشرہ میں جو خرابیاں عہد رسالت میں موجود تھیں وہ سب آج کے معاشرے میں بھی موجود ہیں، لہذا قرآن پاک کا پس منظر یا شان نزول یہی ہے جو ہر دور کے حوالہ سے ہے، اور یہی نکتہ اس کی عالم گیریت کی دلیل ہے۔ ۲۰

اس لحاظ سے آپ کے اصول تفسیر میں دو پہلو ہیں، اعمومی ہدایت و دعوت ۲۱ ذہنی تربیت و خصوصی معرفت، گرچہ زیادہ رجحان قرآن کے فہم اس سے وابستگی اور اس کی اشاعت پر ہے۔

ہر دور میں لکھے جانے والے تفاسیر میں ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کی اصول کی بھرپور رعایت کی گئی ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ، حتیٰ کہ بعض تفاسیر اسی نہج پر پوری کی پوری لکھی گئیں گویا اسی نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے کم و بیش اکثر مفسرین نے ہر دور میں تفسیر کرنے کی کوشش کی۔

اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس طریقہ تفسیر کا تفصیل سے تعارف کرایا جائے کیونکہ اس اصول کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ** : ۲۱ لہذا اس طریقے سے قرآن کریم کو پڑھنا اور سمجھنا سبھی لوگوں کے لیے آسان ہو جائے گا، مثلاً ارشاد باری ہے: **وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا** : ۲۲ (اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور چکنا میدان بن جائے)، ہم کو ”حسباناً“ اور زلقاً“ کے معنی معلوم نہیں ہیں مگر ہم سیاق سے سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی عذاب یا مصیبت اس باغ پر ٹوٹ سکتی ہے، اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس ضرورت کا احساس ہوا کہ اس طریقہ تفسیر کا مختصر تعارف عربی اور اردو کی چند اہم تفاسیر کے ذریعہ کرایا جائے کہ ان میں اس طریقہ تفسیر کی کتنی رعایت کی گئی ہے، اس لیے میں نے اس موضوع پر کام کرنے ارادہ کیا ہے، اور بطور نمونہ درج ذیل تفاسیر کو مطالعہ و جائزہ کے لیے منتخب کیا۔

تفسیر القرآن العظیم۔ (علامہ ابن کثیر)

تفسیر القرآن بکلام الرحمن۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)

تفسیر تدبر قرآن۔ (مولانا امین احسن اصلاحی)

یہ مقالہ چار ابواب پر منقسم ہے

پہلا باب۔ تفسیر القرآن بالقرآن کا مفہوم اور تاریخی ارتقاء۔

اس باب میں تفسیر دتاویل کی تعریف اور مفسرین کے مختلف آراء کا تذکرہ کیا گیا ہے پھر تفسیر کے دو طریقے بیان کیے گئے ہیں تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالرأی، اس کے بعد تفسیر بالمأثور کے تین اصول بیان کیے ہیں پہلا تفسیر القرآن بالقرآن، دوسرا تفسیر القرآن بالحدیث اور تیسرا تفسیر القرآن باقوال صحابہ وتابعین، اس کے بعد تفسیر بالرأی کے دو اصول بیان کیے، تفسیر بالرأی المحمود اور تفسیر بالرأی المذموم، پھر ان سبھی اصولوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد تفسیر کا تاریخی ارتقاء جس میں یہ واضح کیا گیا کہ قرآن مجید کی تفسیر کی تاریخ خود قرآن مجید ہی سے حاصل کی جائے اور حقیقت بھی یہی لگتی ہے کہ تاریخی اعتبار سے تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالرأی یہ دونوں اصطلاحیں تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہیں اس سے پہلے کوئی اصطلاح نہیں تھی، اس لحاظ سے اس باب میں دور نبوی سے لیکر عصر حاضر تک کے تفسیری رجحانات کا جائزہ لیا گیا ہے کیونکہ ان سب زمانوں میں کم و بیش تفسیر القرآن بالقرآن کا رجحان ہی سرفہرست رہا ہے، نیز دور صحابہؓ سے عصر حاضر تک کی تفاسیر کا جائزہ لیا گیا ہے، ان سب ادوار میں اصولی اور عملی طور سے تفسیر القرآن بالقرآن مرکز توجہ رہا ہے، اس سلسلے میں چند تفسیروں کا مختصراً اور کچھ کا تحلیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسرا باب۔ تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیرؒ) کا مطالعہ۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا ہے جو اصول تفسیر پر مشتمل ہے، یہ طالب تفسیر القرآن کے لیے بہت ہی مفید ہے، جب ہم تفسیر ابن کثیرؒ کا بغور مطالعہ کرتے تو معلوم ہوتا ہے کہ مفسر نے اپنی اس تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن ہی کے اصول کو فوقیت دی ہے، قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت آپ پہلے آیت کی تفسیر، قرآن کریم کی کسی دوسری آیت سے فرماتے ہیں پھر حدیث پاک سے، اس کے بعد اقوال صحابہ والتابعین سے آیت کی تفسیر کرتے ہیں

اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے، انہوں نے ترجیحی، عملی اور اصولی طور پر تفسیر القرآن بالقرآن ہی کو اپنایا ہے۔

تیسرا باب۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمن کا مطالعہ۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بہت سے علمی کارناموں میں ان کی تفسیر ایک خاص اہمیت رکھتی ہے، انہوں نے پوری کوشش کی ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر دوسری آیات سے کریں، اس سلسلے میں آپ نے قرآن کریم کا گہرا مطالعہ کیا، اور یکساں مفہوم والی آیات سے مطلب بیان کیا ہے، یعنی تفسیر الآیات بالآیات کے اصول کو اپنایا، اس لحاظ سے یہ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن کی نمائندہ تفاسیر میں شامل ہے۔

چوتھا باب۔ تفسیر تدبر قرآن کا مطالعہ۔

مولانا امین احسن اصلاحی کی مفسرانہ شخصیت کی تعمیر و تشکیل علامہ حمید الدین فراہی کے ہاتھوں ہوئی، مولانا نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ قرآن مجید پر غور و فکر کرنے میں گزارا ہے، آپ نے ایک ایک آیت پر فکری مراقبہ کیا ہے، آپ کے اسی طویل غور و فکر کا نتیجہ ہے کہ آپ کی تفسیر قدماء کے تفسیری اقوال کا مجموعہ نہیں بلکہ انفرادی شان کی مظہر ہے، چونکہ آپ نے قرآنی آیات کی توجیہ و تاویل تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر کی ہے، یعنی قرآن کی زبان، اس کا نظام، اس کے نظائر و شواہد کو اصل مأخذ و مرجع بنایا ہے، اس کو پوری اہمیت دی ہے، اور اپنی تفسیر میں اس اصول کی شدت کے ساتھ پابندی کی ہے، اس طرح آپ نے قرآن فہمی کا اصل اصول و مأخذ قرآن ہی کو بنایا ہے، مولانا نے ان مسائل کو عملی و اصولی طور پر اچھی طرح سے نبھایا اور اپنی تفسیر اسی اصول کے تحت لکھی، اس وجہ سے مفسرین نے اس کو تفسیر القرآن بالقرآن کی نمائندہ تفاسیر میں شمار کیا ہے۔

کلمات تشکر: سب سے پہلے میں بورڈ آف اسٹڈیز کا شکر گزار ہوں جس نے ایم۔ فل۔ کے لیے زیر بحث مقالہ کی منظوری دی، جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب چیرمین شعبہ سنی تھیولوجی میرے استاذ بھی ہیں اور محبت کرنے والے کرم فرما بھی، آپ کا وجود شعبہ کے لیے بطور خاص طلباء کے لیے بہت غنیمت ہے

جب بھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے تسلی دی اور ہمت بڑھائی، شعبہ کے تمام اساتذہ کا مجھے تعاون برابر حاصل رہا میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں اپنے نگراں ڈاکٹر محمد سلیم صاحب ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ سنی تھیولوجی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود مجھے کافی وقت دیا، میری رہنمائی کی اور مقالہ کی تیاری میں ہر ممکن تعاون دیا، اگر آپ کا فراخ دلانہ تعاون مجھے حاصل نہ ہوتا تو ایم۔فل، کا یہ مقالہ جمع نہ کر پاتا۔

مقالے کی تیاری کے دوران مجھے بار بار ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی اور ادارہ علوم القرآن کی لائبریریوں سے استفادہ کا موقع ملا، ان دونوں اداروں کے کارکنان نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا، خاص طور سے جناب ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کا ذکر کرنا ضروری ہے جنہوں نے ذاتی دلچسپی کی حد تک مقالہ لکھنے میں ہر طرح کی مدد کی۔

میں اپنے والد کا بطور خاص شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ ان کی محنت شفقت اور دستگیری نے آج مجھے اس مقام پر پہنچا دیا کہ میں ایم۔فل کا مقالہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے اور مجھے ان کی خدمت کا موقع عطا کرے۔

۹ نومبر ۲۰۱۰ء کو میری والدہ کا انتقال ہو گیا مجھے افسوس ہے کہ میں ان کی زندگی میں اس مقالے کو جمع نہ کر سکا آج مجھے ان کی یاد بہت ستارہی ہے، میں دل کی گہرائیوں سے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے اور مجھے توفیق دے کہ میں ان کی تمناؤں کو پورا کر سکوں، آمین، ثم آمین۔

نذیر احمد علانی

آفتاب ہوسٹل، کمرہ نمبر ۲۳

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

تاریخ، ۲۵/۰۸/۲۰۱۱

حوالہ جات

- (۱) سورہ ابراہیم: ۴
- (۲) سورہ الشعراء: ۱۹۵
- (۳) سورہ الانبیاء: ۱۰
- (۴) سورہ الانعام: ۶۵
- (۵) سورہ المؤمن: ۳۶
- (۶) فہم قرآن، مولانا سعید احمد، ایم، اے ص: ۲۸، ۲۷
- (۷) سورہ الاعراف: ۱۳۶
- (۸) فہم قرآن، مولانا سعید احمد، ایم، اے ص: ۵۲، ۴۶
- (۹) سورہ الزمر: ۲۳
- (۱۰) مبادی تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی ص: ۶۰ تا ۶۲
- (۱۱) اصول تفسیر، مترجم، عبدالرزاق ملیح آبادی، ص: ۸۸، ۸۷
- (۱۲) ایضاً ۹۸، ۹۰، ۸۹
- (۱۳) مقدمہ فی اصول التفسیر، ابن تیمیہ ص: ۲۷
- (۱۴) اصول تفسیر، مترجم، عبدالرزاق ملیح آبادی، ص: ۳۵
- (۱۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مترجم، مولوی رشید احمد انصاری، ص: ۶
- (۱۶) الخیر الکثیر، شرح، الفوز الکبیر، محمد امین بن یوسف پالن پوری، ص: ۲۷۸
- (۱۷) سورہ البقرہ: ۳۰
- (۱۸) سورہ البقرہ: ۳۳
- (۱۹) الخیر الکثیر، شرح، الفوز الکبیر، ص: ۴۵۶
- (۲۰) فکر و نظر، تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص: ۱۵
- (۲۱) سورہ الاسراء: ۷۹
- (۲۲) سورہ الکہف: ۴۰

باب اول:

تفسیر القرآن بالقرآن کا مفہوم اور تاریخی ارتقاء

تفسیر القرآن بالقرآن کا مفہوم اور تاریخی ارتقاء

تفسیر کی تعریف

قرآن میں تفسیر کے معنی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا“

(الفرقان / ۳۳)

علامہ ابن جریر فرماتے ہیں کہ تفسیر کے ایک معنی تفصیل کے ہیں یعنی احسن تفصیلاً۔

ابن عطیہ ^{رحمہ اللہ} أَحْسَنَ تَفْسِيرًا کا معنی افصح بیاناً، تفصیلاً بتاتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی ^{رحمہ اللہ} ”احسن تفسیر“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں، مگر اللہ تعالیٰ اس کا ٹھیک جواب اور وضاحت آپ کو عنایت کر دیتے ہیں تاکہ آپ اس سوال کو دفع فرمادیں، تھانوی ^{رحمہ اللہ} فرماتے ہیں کہ جواب کی دو خوبیاں ہیں، ایک ذاتی کہ فی نفسہ قاطع مادہ شبہ ہو اور دوسری اضافی، کہ اپنی وضاحت کے سبب قریب الفہم ہو ”الحق“ میں خوبی اول اور ”احسن تفسیر“ میں خوبی دوم کی طرف اشارہ ہے۔

مولانا مودودی ^{رحمہ اللہ} ”احسن تفسیر“ کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف قائد اور اس کے پیروں کو حسب ضرورت تعلیم اور ہدایت دینا اپنے ذمہ لیا ہے، دوسری طرف یہ کام بھی اپنے ہی ذمہ رکھا ہے کہ مخالفین جب کبھی کوئی اعتراض یا شبہ پیش کریں اسے وہ صاف کر دے اور جب کبھی کسی بات کو غلط معنی پہنائیں تو اللہ اس کی صحیح تشریح و تفسیر خود کر دے۔

صاحب تیسیر الرحمن مذکورہ آیت کا معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ کفار مکہ جب بھی کوئی کافرانہ معاندانہ اعتراض کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بروقت ایسا مسکت جواب دیں گے کہ انہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔

احسن تفسیراً کی توجیہ کے ضمن میں ثناء اللہ امرتسری قرآن کی دوسری آیت پیش کرتے ہیں، فرمان الہی ہے: لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (حم السجده: ۶۴۲)

احسن تفسیراً: اس سے بہتر کھول کر یعنی ٹھیک ٹھیک بات بتلا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا ہیر و پھیر نہیں ہوتا بلکہ صاف واضح، معتدل اور بے غل و غش بات ہوتی ہے۔ بے تفسیر بمعنی بیان اللفظ جیسے لاریب فیہ۔

لغت میں تفسیر کی تعریف:

تفسیر کی اصل ”فسر“ ہے، جو باب تفعیل سے ہے، جس کا اصل ”ضرب اور نصر“ کے وزن پر آتا ہے، جس کے معنی ظاہر ہونا، کھولنا اور واضح کرنا آتا ہے۔ ۹ امام راغب الاصفہانی نے کہا کہ ”الفسر“ کے معنی کسی چیز کی معنوی صفت کو ظاہر کرنے کے ہیں۔ ۱۰۔ اس طرح ”تفسیر“ کے لغوی معنی وضاحت اور تشریح کے ہیں۔ صاحب لسان العرب نے کہا، ”التفسير كشف المراد عن اللفظ المشكل“۔ ۱۱۔ (تفسیر مشکل الفاظ کے مقصد کو واضح کرنے کا نام ہے) اس لحاظ سے کسی لفظ کی تشریح و توضیح کو تفسیر کا نام اس لئے دیا گیا ہے، کیونکہ مفسر اس کے مقصود و مطلوب کو بے حجاب کر دیتا ہے۔

صاحب لسان العرب نے ”الفسر“ کا مطلب ”نظر الطيب الى الماء“ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ اسی سے ”تفسرة“ بھی ہے۔ ۱۲۔

امام زرکشی نے لکھا ہے، کہ تفسیر کے معنی لغت میں اظہار و کشف کے ہیں، اور اس کی اصل (بجائے فسر کے) ”تفسرة“ بتلائی ہے، جس کے معنی ”قارورة“ کی تشخیص کے ہیں، طبیب کے اس طرح دیکھ بھال کو مرض کی تشخیص کرنے کو ”تفسرة“ کہتے ہیں، تو مطلب یہ ہوا، کہ طبیب جس طرح مریض کو دیکھ بھال کر اور علت مرض کو جان کر اس سے پردہ ہٹا دیتا ہے، بالکل اسی طرح مفسر قرآن کریم کی آیات اس کے شان نزول، اس کے معنی و متعلقہ واقعات کو پیش کر کے اس کے معنی

کی وضاحت کر کے ان آیات کے نامعلوم مفہوم سے پردہ ہٹا دیتا ہے۔ ۱۳۔

مزید امام زرکشی نے ”تفسرۃ“ کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے، کہا کہ اس کا مصدر ”فعل“ ہے، جو ”تفعلة“ کے وزن پر آتا ہے، مثال جَوَّبَ تجربة، کَرَّمَ تکرمة۔ ۱۴۔
امام راغب کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ ”تفسرۃ“ بھی ”الفسر“ سے ہی ماخوذ ہے، جس کے معنی ”قارورة“ کی تشخیص کے ہیں۔ ۱۵۔

امام بغوی نے علامہ ابن حجر کے حوالے سے ذکر کیا ہے، کہ تفسیر کا ماخذ تفسرۃ ہے، اور یہ لفظ اس قوت کا نام ہے، جس کے ذریعہ سے طبیب مرض کی شناخت کرتا ہے۔ ۱۶۔
تفسیر و استفسار یہ دونوں الفاظ بھی ہم مادہ ہیں، جب کہا جائے، ”استفسرته کذا“ تو اس کا مطلب ہوتا ہے، ”أی سألته أن یفسره لی“ (یعنی میرا مطلب اس معاملے کی توضیح کرنا ہے)۔ ۱۷۔

”یہ دونوں لفظ تقریباً متقارب المعنی ہیں“، تاہم دونوں میں فرق یہ ہے کہ ”فسر“ مادی اشیاء کے کشف و اظہار کے لئے اور معانی کی وضاحت کے لئے مخصوص ہیں، اور ”اسفار“ رنگوں کے ظاہر ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ۱۸۔

امام زرکشی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”تفسیر کو باب تفعیل سے کیوں لائے؟ لانے کی وجہ یہ ہے، کہ اس میں کثرت اور زیادتی کے معنی پیدا ہو جائیں، ”لأنه الكثير“ جیسے کہ اللہ کا قول ”يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَهُمْ“ (البقرہ ۴۹)، ”وَعَلَقَتِ الْآبُوبُ“ (یوسف ۲۳)۔ گویا یہی طریقہ ہے کہ ایک سورۃ کے بعد دوسری سورۃ کی اور ہر آیت کے بعد دوسری آیت کی۔

امام راغب نے کہا کہ ”التفسیر بھی الفسر کے ہم معنی ہے، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ تفسیر میں مبالغہ کے معنی (باعتبار فسر کے) زیادہ پایا جاتا ہے“۔ ۱۹۔

تفسیر کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ گھوڑے کی زین وغیرہ اتار کر اسے چھوڑ دینا تاکہ آزادی کے ساتھ گھومے پھرے۔

ابو حیان رقمطراز ہیں کہ ”سواری کا پالان اتار کر، اس کی پیٹھ ننگی کرنے کو بھی تفسیر کہتے ہیں، اور ثعلب نحوی کا قول بھی یہی ہے، ظاہر ہے، ننگا کرنے میں کشف و اظہار کا معنی پایا جاتا ہے، اس لئے کہ زین اتارنے سے پیٹھ کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ ۲۰۔

اس طرح لفظ فسر کی تمام تعریفات میں کسی نہ کسی پہلو سے ”کشف“ کا مفہوم موجود ہے۔ ۲۱۔
ان تمام تعریفات لغوی اور تمام تشریحات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے، کہ از روئے لغت تفسیر کا لفظ ”کشف“ حسی اور کشف عن المعنی المعقول“ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن پہلے کے مقابلہ میں دوسرے معنی و مفہوم میں اس کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔

تفسیر کی اصطلاحی تعریف:

علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ علم تفسیر چند بندھے ٹکے اصول و قواعد یا کسی خاص ملکہ کا نام نہیں ہے، جو کسی علم کی بکثرت تکرار و اعادہ سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے کہ عقلی علوم اور تفسیر کے درمیان کوئی خاص اور بین مماثلت نہیں پائی جاتی، اس لئے علم تفسیر کی ضرورت نہیں، صرف یہ کہنا کافی ہے کہ ”کلام الہی کی ایضاح و تشریح کا نام تفسیر ہے، یا یہ کہ یہ ایک ایسا علم ہے، جو قرآن کے الفاظ و معانی کو واضح کرتا ہے“۔ ۲۲۔

اس کے برعکس دوسری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ تفسیر کا تعلق ان مسائل جزئیہ یا قواعد کلیہ اور یا اس ملکہ راسخہ کے ساتھ ہے، جو قواعد کے تحفظ و نگہداشت سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس علم کے لئے تعریف کی بھی ضرورت ہے، اور فہم قرآن کے سلسلہ میں دیگر علوم مثلاً لغت، قراءت، صرف اور نحو وغیرہ۔

علم تفسیر کی جامع و مانع تعریف بیان کرنے والے علماء مختلف الآراء ہیں، اور تمام تعریضیں تقریباً ایک دوسرے سے مختلف ہیں، تو تمام علمائے تفسیر، تفسیر کی کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہو سکے، تاہم یہ ذکر کر دینا زیادہ مناسب ہے کہ تمام تر اختلاف و تنوع کے باوجود و باوصف یہ تعریفات کثیرہ لفظاً مختلف، لیکن معنی و مفہوم کے اعتبار سے باہم متحد ہیں۔ ۲۳۔

ابو حیان نے تفسیر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”علم يبحث فيه عن كيفية النطق
 بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكام الافراذية والتركيبة ومعانيها التي تحمل
 عليها حالة التركيب وتتمتات لذلك“ (علم تفسیر ایک ایسا علم ہے، جس میں الفاظ قرآن
 کی کیفیت نطق اور ان کے مدلولات احکام افراد یہ و ترکیبہ اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے، جن
 پر حالتِ ترکیب ان الفاظ کو محمول کیا جاتا ہے، اور اس بات کے تتمات بھی تفسیر میں شامل ہیں)
 مزید کہا کہ تفسیر کی تعریف میں ہمارا قول ”علم“ جنس ہے، اور ہمارا یہ قول ”يبحث فيه عن كيفية
 النطق بالفاظ القرآن“ علم قراءت ہے، اور ہمارا قول ”مدلولاتها“ سے انہیں الفاظ کے مدلولات
 مراد ہیں، اور یہ علم لغت کا متن ہے، جس کی ضرورت اس علم تفسیر میں پڑتی ہے، اور ہم نے
 ”واحكامها الافراذية والتركيبة“ اس واسطے کہا کہ یہ قول صرف بیان و بدیع کے علوم پر
 مشتمل ہے، اور ہمارا قول ”ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب“ ان چیزوں پر مشتمل
 ہے، جن پر وہ لفظ از روئے حقیقت یا از روئے مجاز دلالت کر رہا ہے، کیوں کہ ترکیب کبھی اپنے ظاہر
 کے لحاظ سے ایک شے کی مقتضی ہوتی ہے، لیکن چوں کہ اس کو اس شے پر محمول کرنے سے کوئی مانع
 ہوتا ہے، لہذا وہ کسی اور شے پر محمول کر دی جاتی ہے، اور اسی بات کا نام مجاز ہے، اور ہمارا قول
 ”وتتمتات لذلك“ معرفت نسخ، اسباب نزول اور ایسے قصے کی شناخت پر دلالت کرتا ہے، جو کہ
 قرآن کریم کی بعض مبہم باتوں کی وضاحت کرتا ہو، اور اسی طرح دوسری باتوں کی بھی ۲۳۔
 معلوم ہوا کہ لفظ تفسیر اپنے شرعی معنی میں قرآن کریم کی تشریح و توضیح اور اس کی وضاحت کے
 مبادی و تتمات کے لئے مخصوص ہے۔

زرکشی نے فرمایا کہ ”تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو اس کتاب کا علم و فہم میسر ہوتا
 ہے، جو اس نے اپنے نبی پر نازل کی، جس کی وساطت سے اس کتاب الہی کے معانی کی وضاحت
 ہوتی ہے، اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استخراج کیا جاتا ہے، اس بارے میں علم لغت، علم صرف،
 علم نحو، علم بیان، علم اصول فقہ، اور علم قراءت سے مدد لی جاتی ہے، اور اس میں اسباب نزول اور نسخ

ومنسوخ کی معرفت کی بھی حاجت پیش آتی ہے۔ ۲۵۔

موصوف نے ”وزاد فیہا قوم فقالوا: علم حلالہا و حرامہا و وعدہا و وعیدہا و أمرہا و نہیہا و غیرہا... تعریفات و أمثالہا“ کہہ کر بیان کیا ہے۔ ۲۶۔

حاجی خلیفہ نے ”کشف الظنون“ میں ان سب سے ہٹ کر تعریف کی ہے کہ ”تفسیر وہ علم ہے، جس میں بشری طاقت کی حد تک عربی زبان کے قواعد و اصول کے مطابق قرآن کے معانی سے بحث کی جائے“۔ ۲۷۔

قرآن میں تاویل کے معنی:

(۱)۔ تاویل کا معنی کسی چیز کی اصلی حقیقت بیان کرنا ہے جیسے قرآن میں ہے يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ (یوسف ۱۰۰) (میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے) پس یہاں تاویل سے مراد حقیقت ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ ایک شے کی تعبیر دوسری شے سے کی جائے جیسے قرآن میں ہے نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ (یوسف ۳۶) (ہمیں اس کی تاویل بتاؤ)، پس یہاں تاویل سے مراد تفسیر و بیان ہے۔ ۲۸۔

(۲)۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ (آل عمران/ ۷) اس آیت کے ضمن میں ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ”ای يعلم اللہ والراسخون ایضاً يعلمون وان كان علم اللہ وعلمهم مختلفاً جداً“ پس تاویل سے مراد علم عطائی ہے جیسے قرآن میں ہے، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ ۲۵۵) ۲۹۔

اس طرح قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تاویل کا لفظ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱)۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) (آل عمران/ ۷)

اس آیت میں تاویل کا لفظ تفسیر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۲)۔ ذَلِكْ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (یہ بہتر ہے اور اچھا انجام ہے) (نساء/ ۵۹)

اس آیت میں تاویل سے مراد نتیجہ اور انجام ہے۔

(۳) - هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ (وہ اس کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں) (اعراف/۵۳)

وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ (وہ جب ان کے ہاں ظاہر ہو جائیں گے) (یونس/۳۹)

ان دونوں آیات میں تاویل سے مراد ایسے واقعہ کا ظہور پذیر ہونا ہے جس کی کسی رسول یا نبیؐ نے اطلاع دی تھی۔

بعض متاخرین نے بھی تاویل کو تفسیر کے معنوں میں استعمال کیا ہے جیسے مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر، تدبر قرآن میں بھی تاویل کا لفظ تفسیر ہی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً قرآن میں ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص/۸۸) (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے) مفسرین کرام نے یہاں چہرے کے لفظ سے اللہ کی ذات مراد لی ہے اور آیت کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے اور ہر چیز فنا ہونے والی ہے ان حضرات کی رائے میں جہاں چہرے کو ذات باری تعالیٰ کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے یہی تاویل ہے گویا جب تاویل بمعنی حقیقت شئی اور اس کا انجام و نتیجہ ہے تو مطلب ہوگا کہ اشیاء کے حقائق کیفیات کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اور اگر تاویل بمعنی تفسیر و بیان لیا جائے تو مطلب ہوگا کہ علماء کو ان آیات کا مفہوم ضرور معلوم ہونا چاہیے، جن کے مسلمان مخاطب ہیں۔ ۳۰۔

سنت میں تاویل کے معنی:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل۔ ۳۱۔ اس حدیث میں ”التاویل“ سے ظاہری طور پر تفسیر و بیان مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کان النبی یكشر ان یقول فی ركوعه و سجوده سبحانک اللھم و بحمدك یتناول القرآن۔

اس حدیث میں ”یتناول القرآن“ کے معنی قرآن کی طرف رجوع کرنا ہے۔ کیونکہ نبیؐ کا یہ فرمان قول باری تعالیٰ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ، کی طرف راجع اور اسی سے مأخوذ ہے۔ ۳۲۔

اس طرح حدیث میں بھی تاویل کے دو معنی آتے ہیں تاویل بمعنی تفسیر و بیان اور تاویل بمعنی مرجع و مسیر کے ہیں۔

تاویل کا ایک معنی دور اندیشی کے ساتھ ملک کا انتظام کرنا ہے جیسے حضرت عمرؓ کا قول ہے
قد الننا وایل علینا: (ہم نے حکومت کی اور ہم پر حکومت کی گئی)۔ ۳۳۔

متقدمین کی تفاسیر کے جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک تاویل کا لفظ تفسیر ہی کے معنی میں استعمال ہوتا رہا ہے جیسے ابن قتیبہؒ (۲۷۶ھ) ابن جریر طبریؒ (۳۱۰ھ) تاویل بمعنی تفسیر مراد لیتے ہیں۔

چنانچہ راغب اصفہانی (۵۰۳ھ)، ابن منظور الافریقی (۷۱۱ھ)، ابن اعرابی کہتے ہیں کہ تفسیر اور تاویل کا ایک ہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کا قول احسن تفسیراً میں تفسیر بمعنی تاویل استعمال ہوا ہے امام السیوطیؒ نے (۹۱۱ھ) تفسیر اور تاویل میں فرق کیا۔

خلاصہ یہ کہ تاویل کی ضرورت تشابہات میں پیش آتی ہے اگر کوئی لفظ مشکل یا نامانوس ہو تو اس کی تفسیر کر کے اس کی مشکل دور کر دی جاتی ہے اور اس کے معنی کو مانوس بنا دیا جاتا ہے یا یوں کہا جائے کہ جہاں الفاظ کے معانی کی تشریح اور وضاحت کی جائے وہ تفسیر ہے اور جہاں معانی و مطالب متعین کیے جائیں (جو قرآن و سنت کے مخالف نہ ہو) تاویل کہلائے گی۔

لغت میں تاویل کے معنی:

راغب اصفہانی نے بھی ”تاویل“ کے معنی ”ردّ الشیء الى الغایة المرادة منه علما کان أو فعلاً“ (یعنی کسی چیز کو اس کے منتہائے مقصود تک پہنچا دینا، خواہ وہ شئی علما ہو یا فعلاً ہو)۔ ۳۴۔

ابن منظور الافریقی کہتے ہیں ”التاویل ردّ أحد المحتملین الى ما یطابق الظاهر“۔
(کئی احتمالات میں کسی ایک احتمال کو ظاہر مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے ترجیح دینا تاویل کہلاتا ہے)۔ ۳۵۔

اسی بناء پر زرکشی نے بیان کیا ہے کہ ”أولّیة فال“ کا مطلب ”صرفۃ فانصرف“ ہوتا ہے۔ ۳۶۔

ابن اثیر نے تاویل کا مطلب صاف لفظوں میں یہ بتلایا کہ ”ظاہر لفظ کو اس کے وضع اصلی سے کسی دلیل کی بناء پر ایسے مفہوم کی طرف منتقل کر دینا کہ اگر وہ دلیل نہ ہوتی، تو ظاہر لفظ کو ترک کر دینا درست نہ ہوتا“۔ ۳۷۔

صاحب لسان نے ابو عبیدہ کے حوالہ سے لکھا ہیں کہ ”تاویل“ کے معنی ”المرجع والمصیر“ کے ہیں، اور ”ال یؤول الی کذا ای صار الیہ“ سے ماخوذ ہے، ”اولتہ“ کا مطلب ”صیرتہ الیہ“ ہے، یعنی میں نے اس سے اس کے انجام تک پہنچا دیا۔ ۳۸۔

بدرالدین زرکشی نے ”تاویل هذا الامر“ کے معنی ”الامر تؤول العاقبة فی المراد به“ بیان کیا ہے، (یعنی مراد کو اس کے انجام کی طرف پھیر دینا)۔ ۳۹۔

ما قبل میں جتنے اقوال اور جتنی مثالیں ”تاویل“ کے بارے میں دی ہیں، اور جو آراء لغت نقل کی ہیں، وہ ان حضرات کی تھیں، جن کا شمار متقدمین میں ہوتا ہے، اس کے برعکس علماء متکلمین و متأخرین کے یہاں تاویل کا مفہوم اصطلاحی اعتبار سے بالکل دوسرا ہے، ان حضرات کے نزدیک تاویل کا وہ مفہوم ہے، جو خلف نے کتاب و سنت کے مشابہ نصوص کو ان ظاہری معنی سے پھیر کر اس طرح نکالا ہے کہ وہ تجسیم و تشبیہ باری تعالیٰ کے شائبہ سے بالکلیہ پاک و صاف اور تنزیہ کامل کے تصور سے ہم آہنگ ہے۔ ۴۰۔

ان متأخرین علمائے سلف میں امام غزالی، امام رازی، امام ابن تیمیہ اور آپ کے شاگرد ابن قیم نے بھی اس موضوع پر بحث کی ہے۔

تفسیر اور تاویل کے درمیان باہمی فرق:

ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں ”والتفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل والتأویل رد أحد المحتملین الی ما یطابق الظاهر“ (تفسیر مشکل الفاظ کا مقصد واضح کرنا اور تاویل دو احتمالوں میں سے کسی ایک احتمال کو ظاہری الفاظ کی رعایت کرتے ہوئے ترجیح دینا)۔ ۴۱۔

تفسیر و تاویل کے مفہوم کے بارے میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ ”قرآن میں تاویل کا لفظ

آیا ہے، پھر علمائے اصولیین ایک خاص اصطلاح کی حیثیت سے اس لفظ کا استعمال کرنے لگے، حالانکہ یہ لفظ اہل مذاہب متکلمین کے یہاں زبان و قلم پر عام طور پر جاری و ساری ہے۔ ۴۲۔

تفسیر اور تأویل کے سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال:

(۱) ابو عبیدہ، ابن الاعرابی، ثعلب ازہری، مرتضیٰ زبیدی، فیروز آبادی، ابن منظور وغیرہم کے نزدیک تفسیر و تأویل باہم مترادف ہیں، اور ان کے درمیان باہمی نسبت برابر کی ہے، حضرت مجاہدؒ کا قول ”اَنَّ الْعُلَمَاءَ يَعْلَمُونَ التَّأْوِيلَ“ اور ابن جریر طبریؒ کا قول ”الْقَوْلُ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِهِ كَذَا أَوْ كَذَا، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ التَّأْوِيلِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ“ میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔ ۴۳۔

اور متقدمین اہل تفسیر کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔ ۴۴۔

(۲) تفسیر و تأویل کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت ہے، تفسیر کا لفظ عام ہے، اور تأویل کا لفظ خاص ہے، اس مسلک کے قائلین میں زیادہ مشہور امام راغب اصفہانی ہیں، مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تفسیر کا لفظ اکثر و بیشتر مترادف کے بارے میں ہوتا ہے، اور کتب الہیہ اور انسانی تصانیف دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، برعکس تأویل کا لفظ خاص طور پر کتب الہیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ معانی اور جملوں میں استعمال ہوتا ہے، جیسے خواب کی تعبیر کو ”تأویل الرّویا“ کہتے ہیں۔ ۴۵۔

مزید برآں تفسیر کا لفظ الفاظ نادرہ غریبہ کی شرح و توضیح کے لئے بھی بولا جاتا ہے مثلاً: بَحِيرَةٌ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ (مائدہ: ۱۰۳) وغیرہ یا جو معنی مراد و مقصود ہوں، ان پر روشنی ڈالنے کے لئے جیسے سورہ بقرہ میں ”وَأَقِمْوْا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ“ (البقرہ ۴۳) یا ایسے کلام کے بارے میں جس میں کوئی واقعہ مذکور ہو اور اس کے بغیر کلام کا مطلب سمجھ میں نہ آتا ہو، جیسے آیت ”إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ“ (توبہ ۳۷) اور ”لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا“ (بقرہ ۱۸۹)۔

برخلاف تأویل کا لفظ بعض اوقات عام استعمال کیا جاتا ہے، اور بسا اوقات خاص، جس طرح کفر کا لفظ کبھی صرف انکار کے لئے بولا جاتا ہے، اور کبھی محض باری تعالیٰ کے انکار کے لئے، اس طرح

ایمان کبھی مطلق تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی خاص دین اسلام کی تصدیق کے لئے بھی، گویا تاویل ایسے لفظ کے سلسلے میں بولا جاتا ہے، جو مختلف معانی کے لئے مشترک ہو، جیسے لفظ ”وجد“ جس کا استعمال ”الحجۃ“ الوجد اور الوجد“ سب کے لئے ہوتا ہے۔ ۴۶۔

(۳) تفسیر وتاویل دو مختلف چیزیں ہیں ”ان التفسیر مباین للتاویل“۔ ۴۷۔

اور ان میں باہم نسبت تباین کی ہے، اس نسبت کے بعض قائلین اتنی شدت اختیار کرتے ہیں، کہ ازراہ طنز کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ایسے لوگ بھی اپنا شمار مفسرین کی فہرست میں کرنے لگے ہیں، جنہیں تفسیر وتاویل کے درمیان باہمی فرق تک پتہ نہیں ہے۔ ۴۸۔

تیسری جماعت کے حامیوں میں باہم اس بات پر بے حد اختلاف ہے کہ آخر اس فرق کی نوعیت کیا ہے؟ یہ فرق پیدا ہوا تو کیوں؟ بعض مشہور اقوال کا ذکر درج ذیل ہیں، ابو منصور ماتریدی کی رائے یہ ہے کہ جب قطعیت اور یقین کے ساتھ یہ کہا جائے، کہ اس لفظ سے باری تعالیٰ کی یہی مراد ہے، تو اسے تفسیر کہیں گے، بخلاف ایک لفظ جس میں مختلف معانی کا احتمال پایا جاتا ہو، ان معانی میں سے کسی ایک کو ترجیح دے دینا، تاویل کہلاتا ہے۔ ۴۹۔

لفظ جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو، خواہ وہ لفظ حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو، اس کے بیان کرنے کو تفسیر کہتے ہیں، جیسے صراط کی تفسیر راستہ سے اور صیب کی تفسیر بارش سے کرنا، برعکس کسی لفظ کے اندرونی و باطنی مفہوم کے بیان کرنے کو تاویل کہیں گے۔ ۵۰۔

تفسیر کا تعلق روایت سے ہے، اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔ ۵۱۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ وضع عبارت اور ساخت سے جو معانی حاصل ہوں، ان معانی کی تشریح و توضیح کو تفسیر کہیں گے، اور تاویل ان ربانی اشاروں اور معارف الہی کے جاننے کا نام ہے، جو عبارت کے پردوں سے سالکین و عارفین کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں، مزید کہا کہ یہی مفہوم متأخرین کے یہاں زیادہ مشہور و معروف ہے۔ ۵۲۔

خلاصہ بحث: ان سب مختلف اقوال پر غور و خوض کے بعد بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ لفظ

تأویل میں راجع کرنے کا جو مفہوم بنیادی طور پر پایا جاتا ہے، اس کا مدلول مختلف لوگوں نے اپنے مذاق اور اپنے زمانے کے عرف و علماء عصر کی اصطلاح کو مد نظر رکھ کر بتانے و بیان کرنے کی کوشش کی ہے، مثال کے طور پر امام راغب اصفہانی کا بیان کردہ مسلک اس سلسلہ میں واضح ہے کہ یہ سراسر اپنے علمی دنیا کے عرف و استعمال پر مبنی ہے، کیوں کہ راجع کرنے میں یک گونہ گنجائش رائے و تمیز اور اختیار کی قوتوں کے استعمال سے نکلتی ہے، اس لحاظ سے تأویل کے مدلولات کے سلسلے میں مذکورہ اختلافات رونما ہوئے، جیسے امام ماتریدی کا ذکر کردہ فرق انہیں قوتوں کے استعمال کے نتائج کو پیش نظر رکھنے کا نتیجہ ہے، بجلی کے یہاں یہ بات اور بھی واضح طور پر مل جاتی ہے، ورنہ اگر عمیق نظر سے دیکھا جائے، تو اپنے انتہائی اور آخری مقصد کے لحاظ سے تفسیر اور تأویل دونوں عبارتوں کا مفہوم متعین کرنے ہی کی کوشش کی گئی ہے، فرق جو کچھ بھی نظر آتا ہے، وہ صرف اور صرف منہاج اور طریقہ استدلال کا ہے، کواشی اور بغوی کا مسلک درحقیقت اسی منہاج کو متعین کرنے کی کوشش کا پروردہ ہے، غالباً انہیں تمام باتوں کو ملحوظ رکھ کر محمود آلوسیؒ نے اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ ”عندی أنّه کان المراد الفرق بینہما بحسب العرف فکل الأقوال فیہ ما سمعتها وما لم تسمعہا مخالفة لعرف الیوم اذ قد تعارف من غیر نکیر۔“

وان کان المراد الفرق بینہما بحسب ما یدلّ علیہ اللفظ مطابقة فلا أظنک فی مریة من رد هذه الأقوال أو بوجه ما فلا أراک ترضی الا ان فی کل کشف ارجاعا فی کل ارجاع کشفافہم۔ ۵۳۔

مذکورہ اقوال میں سے جو بات اقرب الی الصواب ہے، وہ یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت کے ساتھ ہے، اور تأویل کا تعلق درایت کے ساتھ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ تفسیر نام ہے، کشف و بیان کا، اور مراد ربّانی کا اظہار جزم و وثوق کے ساتھ اسی وقت ممکن ہے، جب وہ رسول ﷺ یا صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہو، جو نزول وحی کے چشم دید گواہ اور اس سے متعلقہ واقعات و حوادث سے بخوبی آشنا تھے، ان کے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ انہوں نے صحبت رسولؐ سے بھرپور فائدہ اٹھایا، اور مشکلات

قرآن کے فہم و ادراک میں آپ ﷺ سے فائدہ حاصل کیا ہے۔

تاویل میں یہ بات مد نظر ہوتی ہے کہ ایک لفظ میں جس قدر معانی کی گنجائش موجود ہے، ان میں ایک معنی کو دلیل کی بنیاد پر ترجیح دی جائے، ترجیح کا انحصار اجتہاد پر ہوتا ہے، اجتہاد کے بارے میں اس کے مناسب وسائل و ذرائع سے مدد لی جاتی ہے، مثلاً یہ دیکھا جاتا ہے، کہ مفرد لفظ کے معنی لغت عرب میں کیا ہیں، سیاق و سباق کے لحاظ سے یہاں کون سا معنی اقرب الی الصواب ہے، پھر عربی اسالیب قرآن کو دیکھ کر معنی کا استنباط کیا جاتا ہے۔ ۵۴۔

صاحب برہان فرماتے ہیں کہ ”علماء نے تفسیر و تاویل کے درمیان جس فرق و امتیاز کو ملحوظ رکھا ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ تفسیر میں روایات پر اعتماد کیا جاتا ہے، اور تاویل کا مدار و انحصار استنباط پر ہوتا ہے“۔ ۵۵۔

حوالہ جات

- (۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن
(۲) تفسیر ابن عطیہ
(۳) مکمل بیان القرآن
(۴) تفہیم القرآن
(۵) تیسیر الرحمن
(۶) تفسیر القرآن بکلام الرحمن
(۷) تفسیر عثمانی
(۸) تفسیر القرطبی
(۹) ترتیب القاموس المحیط
روح المعانی
(۱۰) مفردات القرآن
(۱۱) لسان العرب
(۱۲) ایضاً
(۱۳) البرہان فی علوم القرآن
(۱۴) ایضاً
(۱۵) مفردات القرآن
(۱۶) معالم التنزیل
الاتقان
(۱۷) لسان العرب
- ۱۹/۱، ابن جریر طبری، الدر المنثور ۵/۱۹۸، امام السیوطی
۳۷/۱۱ ابن عطیہ
جلد ہفتم تا دوازدہم ص ۴۹ مولانا اشرف علی تھانوی
۳۵۰/۳ سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۰۲۸/۲ لقمان السلفی
ص ۲۴۵ مولانا ثناء اللہ امرتسری
ص ۴۸۴۰ مولانا شبیر احمد عثمانی
۱۶، ۱۵/۴ علامہ قرطبی
۴۳۲/۳ طاہر احمد الزاوی الطرابلسی،
۴/۱ علامہ آلوسی
ص ۷۰۴ امام راغب اصفہانی
۳۶۱/۶ ابن منظور الافریقی
۱۳۷/۲ بدرالدین زرکشی
ص ۷۰۴ امام راغب اصفہانی
ص ۷ امام بغوی،
تفسرۃ، علامہ السیوطی
۳۶۱/۶ ابن منظور الافریقی،

| | | |
|---------------------------------|----------------|------------------------------|
| التحریر فی اصول التحریر | ”تفسیر وتاویل“ | مولانا محمد مالک |
| (۱۸) المفردات فی غریب القرآن | فسر وسفر | راغب اصفہانی، |
| البرہان | ۱۳۸/۲ | امام زرکشی |
| لسان العرب، | ۱۹۴/۲، ۱ | ابن منظور |
| (۱۹) البرہان فی علوم القرآن | ۱۴۷/۲ | بدرالدین زرکشی |
| (۲۰) مفردات القرآن | ص ۷۰۴ | راغب اصفہانی |
| (۲۱) البحر المحیط | ۱۳/۱ | ابو حیان |
| (۲۲) روح المعانی | ۴/۱ | علامہ آلوسی |
| (۲۳) تاریخ تفسیر و مفسرین | ص ۱۲ | غلام احمد حریری |
| (۲۴) البحر المحیط | ۱۴، ۱۳/۱ | ابو حیان |
| (۲۵) البرہان فی علوم القرآن | ۱۳۸/۲ | بدرالدین زرکشی |
| (۲۶) ایضا | ، ، ، | ، ، ، |
| (۲۷) کشف الظنون، علم التفسیر | ص ۴۷ | حاجی خلیفہ |
| (۲۸) تفسیر ابن کثیر | ۳۵۵/۱ | علامہ ابن کثیر |
| (۲۹) تفسیر القرآن بکلام الرحمن | ۴۹ / ۱ | ثناء اللہ امرتسری |
| (۳۰) تفسیر الرحمن لبدیان القرآن | ۱۶۶، ۱۶۵/۱ | لقمان السلفی |
| (۳۱) ابن ماجہ | رقم ۱۶۶ | |
| (۳۲) بخاری فی صفۃ الصلاۃ | ۲۴۷/۲ | محمد بن اسماعیل (امام بخاری) |
| (۳۳) مفردات القرآن | ص ۷۶ | راغب الاصفہانی |
| (۳۴) المفردات فی غریب القرآن | ص ۳۱ | راغب اصفہانی |
| (۳۵) لسان العرب | ۳۱۶/۶ | ابن منظور افریقی، طبع قدیم |

| | | |
|-----------------------------|----------|-----------------------------|
| بدرالدین زرکشی | ۱۳۸/۲ | (۳۶) البرهان فی علوم القرآن |
| ابن منظور، طبع جدید | ۱۹۴/۲، ۱ | (۳۷) لسان العرب |
| بدرالدین زرکشی | ۱۳۸/۲ | (۳۸) ایضا |
| بدرالدین زرکشی | ۱۳۸/۲ | (۳۹) البرهان فی علوم القرآن |
| بدرالدین زرکشی | ۱۳۸/۲ | (۴۰) ایضا |
| ابن منظور افریقی | ۳۶۱/۶ | (۴۱) لسان العرب |
| ڈاکٹر حسین الذہبی | ۱۹/۱ | (۴۲) التفسیر والمفسرون |
| علامہ زرقانی | ۴۷۳/۱ | (۴۳) مناهل العرفان |
| ابن منظور افریقی، طبع جدید، | ۱۹۴/۲، ۱ | (۴۴) لسان العرب |
| علامہ السیوطی | ۱۷۳/۲ | الاتقان |
| امام راغب الاصفہانی | ص ۳۸۰ | (۴۵) مفردات القرآن |
| علامہ آلوسی، | ۴/۱ | (۴۶) روح المعانی |
| امام زرکشی، | ۱۴۹/۲ | البرهان |
| ابن منظور افریقی | ۲۱/۱ | لسان العرب |
| علامہ زرقانی | ۴۷۳/۱ | (۴۷) مناهل العرفان |
| بدرالدین زرکشی | ۱۵۲/۲ | (۴۸) البرهان |
| علامہ آلوسی، | ۵/۱ | (۴۹) روح المعانی |
| علامہ سیوطی | ۱۷۳/۲ | الاتقان |
| علامہ سیوطی | ۱۷۳/۲ | (۵۰) الاتقان فی علوم القرآن |
| بدرالدین زرکشی، | ۱۵۰/۲ | (۵۱) البرهان |
| علامہ سیوطی | ۱۷۳/۲ | الاتقان |

| | | |
|-------------------|----------|-----------------------------|
| علامہ آلوسی، | ۵/۱ | (۵۲) روح المعانی |
| علامہ آلوسی، | ۴/۱ | (۵۳) روح المعانی |
| علامہ الذہبی | ۲۱/۱ | التفسیر والمفسرون |
| علامہ آلوسی، | ۵/۱ | (۵۴) روح المعانی |
| علامہ الذہبی | ۲۰، ۱۹/۱ | التفسیر والمفسرون |
| بدرالدین زرکشی، | ۱۸۳/۲ | (۵۵) البرہان فی علوم القرآن |
| ڈاکٹر حسین الذہبی | ۱۹، ۱۸/۱ | التفسیر والمفسرون |

طرق تفسیر

(۱) تفسیر بالمأثور (۲) تفسیر بالرأی

تفسیر بالمأثور کی تعریف:

کسی آیت کی تفسیر قرآن کی دوسری آیت سے کی جائے یا رسول ﷺ کے ارشاد گرامی سے یا اس آیت کی تفسیر و توضیح میں صحابہ کرامؓ یا تابعینؓ کے اقوال منقول ہوں، تو اس تفسیر و توضیح کا نام تفسیر بالمأثور ہے، جیسا کہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

”یشمل التفسیر المأثور ما جاء فی القرآن الکریم نفسه من البیان والتفصیل لبعض آیاته وما نقل من رسول الله وما نقل من الصحابةؓ وما نقل عن التابعین من کل ما هو بیان وتوضیح لمراد الله تعالى من نصوص کتابه الکریم“۔ ۱۔

مگر آثار تابعین کے سلسلہ میں علماء مختلف فیہ ہیں، کہ آیا یہ تفسیر بالمأثور کی قبیل سے ہے، یا تفسیر بالرأی میں شامل ہے، اکثر علماء نے اسے بھی تفسیر بالمأثور میں شامل کیا ہے، مثال کے طور پر تفسیر بالمأثور کی نمائندہ تفسیر ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“ ہے، جس کی تالیف امام ابن جریر طبریؒ نے کی ہے، اس میں صحابہ کرام کے تفسیری اقوال کے ساتھ تابعین کے اقوال کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ ۲۔

تفسیر بالمأثور کی تین قسمیں:

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن یعنی قرآنی آیات کی وہ تفسیر جو قرآن کی ہی دوسری آیات کی مدد سے کی جائے۔

(۲) تفسیر القرآن بالحدیث یعنی قرآن کی وہ تفسیر جو احادیث کی مدد سے کی جائے۔

(۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابة والتابعین یعنی قرآن کی وہ تفسیر جو آثار صحابہ و اقوال تابعین کی مدد سے کی جائے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی تعریف۔

مفسر قرآن کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے کسی آیت کی تفسیر کے لئے اُس کے مضمون

سے متعلق جملہ آیات قرآنی کا استحضار کرے، اس لئے کہ قرآنی آیات ایک دوسرے کی مفسر ہیں۔

تفسیر بالرأی کی تعریف:

تفسیر بالرأی قرآن کریم کی وہ تفسیر جو اجتہاد اور دلائل و استدلال کی مدد سے کی جائے، لفظ ”الرأی“ سے مراد اعتقاد، اجتہاد اور قیاس ہے، اس لئے قیاس کے قائلین کو اصحاب الرأی کہتے ہیں۔

تفسیر بالرأی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تفسیر بالرأی المحمود:

قرآن کریم کی وہ تفسیر جس میں ایسی رائے کا استعمال کیا جاتا ہے، جو قرآن و سنت سے ہم آہنگ ہو، اور اس میں تفسیر کی تمام ضروری شرائط کا خیال رکھا گیا ہو، اس کے ساتھ کلام عرب سے بھی استفادہ کیا گیا ہو۔

(۲) تفسیر بالرأی المذموم:

قرآن کریم کی وہ تفسیر جس میں ایسی رائے کا استعمال کیا گیا ہو، جو شرعی دلائل سے مطابقت نہ رکھتی ہو، اور اس میں تفسیر کی ضروری شرائط کا فقدان ہو۔ ۳۔

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے، کہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے، اور جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بناتا ہے، چنانچہ جامع ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے، کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”من قال فی القرآن برأیه فلیتنبأ مقعده من النار“ ۴۔

(جس نے قرآن میں محض اپنی رائے اور قیاس سے کوئی بات کہی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے)

چنانچہ علامہ راغب الاصفہانی (م ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں، کہ علماء کی ایک جماعت نے اس تشدد سے

کام لیا، کہ انھوں نے خود قرآن کی تفسیر کرنے کی جرأت نہیں کی اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی، ان کا قول ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ قرآن کے کسی امر کی تفسیر کرے، خواہ وہ عالم وادیب ہو، دلائل کی معرفت کا ماہر ہو، اور فقہ و نحو، اخبار اور آثار کا عارف ہو، اس لئے لازم ہے کہ فقط رسولؐ سے مروی احادیث پر انحصار کرے، یا صحابہ کرامؓ کے آثار کو لازم پکڑے رہے، جنھوں نے نزول وحی کے مشاہدہ کی سعادت پائی، یا ان صحابہ کرامؓ سے روایات اخذ کرنے والے تابعینؒ کی مرویات کی پیروی کرے۔ ۵۔

یہ تشدد جماعت کہتی ہے، کہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا گویا اللہ کی جانب بغیر علم کے کسی بات کو منسوب کرنا ہے، اور یہ ممنوع ہے، کیوں کہ فرمان الہی ہے: ”وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ“ (عراف ۳۳) (کہ تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہو جو تم جانتے نہیں ہو)۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی قرآن میں رائے زنی سے منع کیا ہے، حضرت جنابؐ کہتے ہیں، کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی درست بات کہی، تو بھی غلطی کھائی۔ ۶۔

لیکن علماء کا ایک بڑا طبقہ تفسیر بالرائے کی اجازت دیتا ہے، اور وہ کہتا ہے، کہ قرآن کی تفسیر اپنے اجتہاد سے کی جاسکتی ہے، لیکن صرف وہ شخص قرآن کی تفسیر کر سکتا ہے، جس کو ان تمام علوم پر مہارت حاصل ہو، جو ایک مفسر کے لئے ضروری ہیں۔

چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں غور و فکر کی دعوت دی ہے، فرمایا کہ: ”أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا“ (محمد ۲۴) (کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں)۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ“ (ص ۲۹) (یہ بابرکت کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، تاکہ اس کی آیات پر غور کریں) اس گروہ نے اوپر کی احادیث کا، جن میں تفسیر بالرائے سے منع کیا گیا ہے، جواب دیا ہے، کہ ان احادیث میں ایسی رائے سے منع کیا گیا ہے، جو بلا دلیل و برہان کے ہو، جہاں تک مبنی بر دلیل رائے کا تعلق ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

چنانچہ امام غزالیؒ (۳۵۰ تا ۵۰۵ھ) اس بارے میں فرماتے ہیں: ”بنا بریں تفسیر قرآن میں نقل و سماع کی شرط باطل ٹھہری، ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنی عقلی استطاعت کی حد تک قرآن مجید سے استنباط مسائل کرے، قرآن عزیز کے معانی و مطالب کے فہم و ادراک کا میدان نہایت وسیع ہے، یہ غلط ہے، کہ منقول تفسیر پر فہم و ادراک کی حد ختم ہو جاتی ہے“۔

امام راغب الاصفہانی (م ۴۰۲ھ) دونوں مذاہب اور ان کے دلائل بیان کرنے کے بعد اپنے مقدمہ تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ ”ان دونوں مواقف میں مبالغہ اور تفصیر اور افراط و تفریط پائی جاتی ہے، جس نے منقول پر انحصار کر لیا، اس نے بہت سے ضروری امور ترک کر دیئے، جن کی اس سے قدم قدم پر احتیاج ہوتی ہے، اور جس نے ہر قسم کے غور و خوض کی اجازت دیدی ہے، اس نے اپنے آپ کو بکواس کا ہدف بنالیا، اور اس نے اللہ کا فرمان ”لِيَذَّبَرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرُوا الْاَلْبَاب“ (ص ۲۹) کی حقیقت کو نہیں سمجھا“۔ ۸۔

جن علماء نے تفسیر بالرائے کی اجازت دی ہے، ان کی اس سے مراد وہ رائے ہے، جو کلام عرب کے موافق ہو، اور جو کتاب و سنت سے ہم آہنگ ہو، اور اس میں تفسیر کی دوسری شرائط کی رعایت بھی موجود ہو، اور مفسر ان ضروری علوم میں ماہر ہو، جو علماء نے تفسیر کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں، چنانچہ علماء کے ہاں مفسر کے لئے لازم ہے، کہ وہ علم لغت، نحو، صرف، اشتقاق، معانی، بیان، بدیع، قراءت، کلام، فقہ، اسباب نزول، قصص، نسخ منسوخ، حدیث نبوی اور فطری صلاحیت و اصابت رائے پر قدرت رکھتا ہو، اور سب سے بڑھ کر وہ مخلص ہو، اور اپنے علم پر عمل کرتا ہو، تقویٰ اور تزکیہ کی صفات اس میں رچ بس گئی ہوں، دنیا کی محبت کے بجائے اس کے اندر آخرت کا خوف ہو، تب ہی وہ قرآن کی تفسیر کر سکتا ہے، اور قرآن کے اسرار و رموز اس پر آشکارا ہو سکتے ہیں، جیسا کہ امام زرکشی (م ۹۴۴ھ) البرہان میں لکھتے ہیں کہ: ”جان لو اور خوب سمجھ لو کہ اس محقق و مفسر کو وحی الہی کے معانی اور اس کے اسرار و رموز کا علم و ایقان نہیں عطا ہوتا، جس کے دل میں بدعت، کبر و غرور، خواہشات نفس یا دنیا کی محبت یا گناہوں کے ارتکاب پر اصرار کرنے والا یا

جس کا ایمان کج اور تحقیق کا ملکہ کمزور ہو، یا جو ایسے مفسر کے قول پر بھروسہ کرے، جو علم سے بے بہرہ ہو، یا جو اپنے قول و سمجھ ہی پر تکیہ کرتا ہو، فہم و معانی و رموز قرآن کے انکشاف میں یہ سب رکاوٹیں ہیں، جو ایک دوسرے سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہیں۔ ۹۔

اس کے برعکس مذموم تفسیر بالرّائے پر ہر جگہ اور ہر طبقے نے مخالفت و نکیر کی ہے، اور اس شخص کو تفسیر قرآن سے منع کیا ہے، جس کو قوانین لغت، اصول شریعت اور دیگر ضروری علوم کا علم نہ ہو، اور علماء نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے اس قول کو انہیں کی جانب منسوب کیا ہے، جس میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ نبی ﷺ نے فرمایا، مجھ سے وہی حدیث روایت کرو، جس کا تمہیں یقین ہو، جس شخص نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا، اس نے اپنا گھر جہنم میں بنالیا، اور جس نے قرآن میں رائے زنی سے کام لیا، اس نے بھی اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالیا۔ ۱۰۔

تفسیر بالرّائے المحمود و تفسیر بالرّائے المذموم کی مثالیں

تفسیر بالرّائے المحمود کی مثال ارشاد ہے: فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ، (صُفّت ۱۰) (اس کے پیچھے شہاب ثاقب کو لگا دیتے ہیں) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔ آسمان میں جو ستارہ ٹوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ شہاب ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اس بخار کا نام ہے جو اوپر چڑھتا ہے اور چلنے لگتا ہے وہ شخص قیاس آرائی پر مبنی ہے لکھتے ہیں اگر اس کو درست بھی قرار دیا جائے تو بھی ہمارے نظریہ کے خلاف نہیں۔ ۱۱۔ یہی مضمون قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ، إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ (الحجر، ۱۷/۱۸) (اور محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے مگر جو چوری سے سن بھاگا سو اس کے پیچھے پڑا انکارہ چمکتا ہوا) مذکورہ بالا آیات کے ضمن میں مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا، بلکہ بعثت محمدیؐ کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہو سکتا، اب انتہائی کوشش انکی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم

ملکوت سے نزدیک ہو کر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتشباری کی جائے۔ مزید لکھتے ہیں کہ شہاب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کیلئے نہیں، ممکن ہے کہ انکے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ ۱۲۔

دوسری مثال: إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا (فصلت ۴۰) (جولوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں) علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، جولوگ قرآنی آیات میں انحراف سے کام لیتے ہیں اور صحیح معانی کو چھوڑ کر باطل مطالب پر محمول کرتے ہیں وہ اللہ کے نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ ابن عباسؓ نے بھی اس آیت کا یہی مطلب بتایا ہے۔ ۱۳۔ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ جولوگ کجروی سے باز نہیں آتے خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر اللہ کی آیتوں کا غلط مطلب لیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ خوب جانتا ہے ممکن ہے کہ وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں مگر اللہ سے انکی کوئی چال پوشیدہ نہیں، جس وقت سامنے جائیگی دیکھ لیگے فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی ہے مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا، اسی لیے آگے فرمایا، اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے کیے جاؤ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں ایک دن ان کا اکٹھا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ ۱۴۔

تفسیر بالرای المذموم کی مثال: نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ (واقعہ ۵۷) (ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تم کیوں سچ نہیں مانتے) مذکورہ آیت کے ضمن میں ابن عربی لکھتے ہیں ہم نے تم کو پیدا کیا یعنی اپنے وجود کے ساتھ تمہیں ظاہر کیا اور تمہاری صورتوں میں ہمارا ظہور ہوا ہے۔ ۱۵۔ مذکورہ بالا آیت میں تخلیق آدم کا تذکرہ ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس کے تحت مشہور مسلم فلسفی شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی نے نظریہ (حلول) کا فلسفہ بیان کیا ہے، انہوں نے اپنے فلسفہ کی دلیل کے طور پر قرآن کی آیت پیش کی ہے، یہ تفسیر مذموم قسم کی ہے، اس کے برعکس مذکورہ آیت کے تحت مولانا شبیر احمد عثمانی نے

لکھا ہے کہ انسان اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ پہلے بھی اس نے پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کریگا۔ ۱۶۔ ”یہ تفسیر محمود قسم کی ہے۔“

ایسا لگتا ہے کہ اس آیت سے ابن عربی نے قرآن کے سیاق و سباق سے کٹ کر ایک نیا فلسفہ، نظریہ حلول کا طریقہ مستنبط کیا، جو کہ موضوع تفسیر کے ماتحت نہیں ہے، اس بناء پر یہ تفسیر بالرائے المذموم ہے۔

دوسری مثال: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (ال عمران ۱۹۱)

(کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا، تو پاک ہے سب عیبوں سے، سو بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے)۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن عربی لکھتے ہیں: ”کہ اے رب تو نے اپنے سوا کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی، اس لئے کہ تیرے سوا جو کچھ بھی ہے سب باطل ہے دنیا کی سب چیزیں تیرے ہی اسماء اور تیری صفات کے مظاہر ہیں ”سبحک“، یعنی ہم تجھے اس بات سے پاک سمجھتے ہیں، کہ تیرے سوا بھی کچھ موجود ہو“۔ ۱۷۔

آیت بالا میں کائنات کی تخلیق کا تذکرہ ہے، ابن عربی نے اس میں وحدۃ الوجود کا فلسفہ بیان کیا ہے، ابن عربی وحدۃ الوجود کے قائل تھے، ان کی تحریروں میں اس پر تفصیلی بحث موجود ہے، انہوں نے اس فلسفہ کی دلیل کے طور پر قرآن کی آیت پیش کی ہے، یہ قسم تفسیر بالرائے المذموم کی ہے، برخلاف اس کے کہ مذکورہ بالا آیت کے تحت مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں ”یہاں سے انسان کا ذہن تصور آخرت کی طرف منتقل ہو گیا جو فی الحقیقت دنیا کی موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ ہے اسی لئے آگے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعاء کی اور درمیان میں اللہ کی تسبیح و تنزیہ بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ جو احمق قدرت کے ایسے صاف و صریح نشانی دیکھتے ہوئے تجھ کو نہ پہچانیں یا تیری شان کو گھٹائیں یا کارخانہ عالم کو محض عبث و لعب سمجھیں، تیری بارگاہ ان سب ہزلیات و خرافات سے پاک ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین اور دیگر مصنوعات الہیہ میں غور و فکر کرنا ہی محمود ہو سکتا ہے۔ ۱۸۔“ یہ تفسیر بالرائے المذموم ہے۔“

مذکورہ بالا آیت سے ابن عربی نے وحدۃ الوجود کا فلسفہ پیش کیا، جو کہ موضوع تفسیر کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں

رکھتا ہے، کیوں کہ اس نظریہ میں نہ علوم الہیہ ہیں، اور نہ مقاصد قرآن ہیں، لہذا یہ تفسیر بالرائے المذموم ہے۔ یہی مضمون سورہ ”ص“ میں یوں آیا ہے، وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا (ص/۲۷) (اور ہم نے نہیں بنایا آسمان وزمین کو اور جو ان کے بچ میں ہے نکما یہ خیال ہے ان کا جو منکر ہیں) گویا آخرت دنیا کا نتیجہ ہے لہذا یہاں انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق وعدل کے اصول پر کاربند ہو اور خالق و مخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کے دو اصول:

(۱) تفسیر القرآن متصل: بسا اوقات مجمل کی تفسیر نفس سورہ میں اس کے ساتھ متصل ہوتی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ”وَالسَّمَاءَ وَالطَّارِقَ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ“ تو نفس سورہ ہی میں متصل ”الطَّارِقُ“ کی تفسیر ”وَالنَّجْم الثَّاقِبُ“ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے خود بیان کر دی۔ ۱۹۔

نیز ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ”حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ“ (البقرہ ۱۸۷) آیت میں جب ”من الفجر“ کا اضافہ کیا گیا، تو کلام کا مطلب واضح ہو گیا۔ ۲۰۔

(۲) تفسیر القرآن منفصل: کسی وقت مجمل آیت کی تفسیر نفس سورہ میں یا کسی دوسری سورہ میں ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے، ”وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ“ (القیامہ ۲۲، ۲۳)۔ ۲۱۔

اس آیت میں رویت باری کا جواز ثابت ہوتا ہے، جس کی مزید تشریح اس آیت کریمہ میں ”لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ“۔ (الأنعام ۱۰۳) (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں)

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اصل رویت ممکن ہے، البتہ اس کا حصر اور احاطہ جس کو ادراک کہتے ہیں، ناممکن ہے۔ ۲۲۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ (حمد ۱) اس آیت میں آپ ﷺ سے کہا جاتا ہے، کہ تمام شکر و ثناء اللہ ہی کے لئے جو تمام جہاں کا مربی ہے، گویا کسی نے رب کے بارے میں پوچھا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے خود مزید تشریح فرمادی، ”قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ“ (شعراء ۲۲۳ تا ۲۲۴)۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی اقسام:

تفسیر العام بالخاص:

تفسیر القرآن بالقرآن کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ عام کو خاص پر محمول کیا جائے، لفظ عام کے بارے میں عبدالوہاب خلاف رقمطراز ہیں: ”عام قرآن کریم میں وارد شدہ اس لفظ کو کہتے ہیں، جو اپنے اصلی لغوی مفہوم کے اعتبار سے بلا حصر و عدد اپنے تمام افراد کو شامل ہو“۔ ۲۳۔
مثال اللہ کا قول ہے، ”مَنْ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمَ لَا يَبْعُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ“۔ (البقرہ ۲۵۴)
(اس سے قبل کہ وہ دن آئے، جس روز نہ سودا بازی ہوگی، نہ دوستی اور نہ سفارش)۔

اس آیت کریمہ میں دوستی اور سفارش کی نفی بطریق عموم فرمائی، پھر دوسری آیت میں متقیوں کو دوستی کی نفی سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ارشاد ہے ”الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ“ (زخرف ۶۷) (اس روز دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، مگر متقی نہیں)۔
اور اسی طرح اللہ کی اجازت پر مبنی سفارش کو بھی مستثنیٰ قرار دیا، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: ”وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً إِلَّا مِّنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ“ (النجم ۲۶)۔
(آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں، جن کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دیتی، مگر اذن خداوندی کے بعد)
تفسیر المجل بالمتیین:

تفسیر القرآن بالقرآن کا ایک اصول یہ بھی ہے، کہ مجمل کو مبین پر محمول کر کے اس کے ساتھ مجمل کی تفسیر کی جائے، اللہ کا فرمان ہے: ”وَإِنْ يَكُ صَادِقاً يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ“ (المومن ۲۸) (اور اگر یہ رسول سچا ہے، تو جس عذاب کا وعدہ وہ تم سے کرتا ہے، اس میں سے کچھ تمہیں ضرور پہنچے گا)۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے: ”فَلَمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ“ (المومن ۷۷) (جس بات کا وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں، اگر اس میں سے کچھ آپ کو دکھا دیں) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آیت نمبر ۲۸ میں جس وعدہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے دنیوی عذاب مراد ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”يُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مِيلًا عَظِيمًا“ (نساء/۲۷) (جو لوگ شہوات کی پیروی کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم بالکل ہی جھک جاؤ)۔

مذکورہ آیت کی وضاحت اس آیت میں کہ یہاں اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ”أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيحًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالََةَ وَيُرِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ“ (نساء/۴۴) (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا، وہ خود بھی گمراہی اختیار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ)۔ ۲۴۔

تفسیر المطلق بالمقيد:

تفسیر القرآن بالقرآن کا ایک اصول یہ بھی ہے، کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے، اس سلسلہ میں امام غزالیؒ نے اکثر شافعیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب دو حکم الگ الگ ہوں، اور ان کا سبب ایک ہو، تو مطلق و مقید پر محمول کیا جائے، امام غزالیؒ نے اس کی مثال یہ دی ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ”فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ“ (مائدہ/۶) (اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو)۔ آیت کریمہ میں ہاتھ دھونے کی حد کہنی تک مقرر کی ہے، اسی آیت میں تیمم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ“ (مائدہ/۶) (اپنے چہروں اور ہاتھوں کو اس سے مل لو)۔ اس آیت کریمہ میں ہاتھ کی تحدید و تعیین نہیں کی گئی، لیکن اس آیت میں بھی ہاتھ کہنیوں تک مراد ہوں گے۔ ۲۵۔

تفسیر القرآن بالقرآن کا ایک طریقہ خاص القرآن ہے، اس کے درج ذیل اقسام ہیں۔

(۱) مطلق (۲) مقید (۳) امر (۴) نہی۔

خاص مقید کی مثال آیت کریمہ ”إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِيتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا“ (انعام/۱۴۵)

میں ”مسفوحاً“ کا لفظ ہے، اس لئے کہ آیت کریمہ میں ”الدّم“ (خون) کا لفظ مطلق وارد ہوا

تھا، ”مسفوحاً“ نے اس کو مقید کر دیا، گویا یہاں خاص مطلق کو خاص مقید پر محمول کیا گیا ہے۔ ۲۶۔

تفسیر الاجمال بالتفصیل:

تفسیر القرآن بالقرآن کی ایک قسم یہ ہے، کہ جو چیز قرآن میں ایک جگہ مختصر آئی ہے، اس کی تفسیر ان آیات کے ساتھ کی جائے، جہاں وہی مضمون تفصیلاً وارد ہوا ہے، مثلاً آدم و ابلیس کا واقعہ، بعض جگہ مختصراً آیا ہے، اور دوسری جگہ مفصلاً، یہی حال حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ کا ہے۔ ۲۷۔

تفسیر القرآن بالاستقرار:

تفسیر بالقرآن کی ایک قسم یہ ہے، کہ جو چیز بظاہر مختلف نظر آتی ہے، اس کو یکجا کر دیا جائے، مثلاً تخلیق آدم کے بارے میں بعض آیات میں ذکر کیا کہ ان کو ”تراب“ (مٹی) سے پیدا کیا، بعض میں ”طین“ (کچڑ) کا ذکر کیا ہے، اور بعض میں ”صلصال“ (کھڑکھڑاتی مٹی) کا ذکر کیا، ان بظاہر مختلف آیات میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے، کہ ان میں تخلیق آدم کے مختلف مراحل و ادوار کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں وہ آغاز سے لے کر نفع روح تک گزرے۔ ۲۸۔

تفسیر القرآن بالقراءات:

قرآن کی تفسیر، قرآن کے ذریعہ ان آیات میں بھی کی جاسکتی ہے، جن میں بعض قراءتوں کو دوسری قراءتوں پر محمول کیا جاسکتا ہے، بعض قراءتیں اگرچہ دوسری آیات سے الفاظ کے اعتبار سے مختلف ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے یکساں ہیں، مثلاً حضرت ابن مسعودؓ (۳۲ھ) کی قراءت میں ”أَوَيْكُون لَكَ بَيْتٌ مِنْ ذَهَبٍ“ ہے، جو مشہور قراءت ”أَوَيْكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُحْرُفٍ“ (اسراء/۹۳) کی تشریح ہے۔ ۲۹۔

بعض قراءتیں لفظ اور معنی دونوں میں مختلف ہوتی ہیں، لیکن ایک قراءت دوسری قراءت کی مراد کو متعین کرتی ہے، مثال کے طور پر اللہ کا فرمان ہے، ”فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ“ (جمعہ/۹) اس کی تفسیر دوسری قراءت ”فَامْضُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ“ کرتی ہے۔ ۳۰۔

بعض قراءتوں میں کمی بیشی کی وجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے، اور دونوں قراءتوں میں جو بیشی ہوتی ہے، وہ کمی والی قراءت کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے، اس کی مثال وہ قراءت ہے، جو حضرت ابن

عباسؓ سے منسوب ہے، ”لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ“ (البقرہ/۱۹۸) ”اگر حج کے ساتھ ساتھ“ (تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں)۔ یہ قراءت قرآن کریم کی موجودہ قراءت کی تفسیر ہے، جس میں لفظ ”فی موسم الحج“ ذکر نہیں ہے، اس آیت میں زائد فقرہ ”فی موسم الحج“ نے قدیم عربوں کے جاہلانہ تصور کو ختم کر دیا ہے، کیوں کہ وہ سفر حج کے دوران کسب معاش کے لئے کام کرنے کو برا سمجھتے تھے، اس لئے کہ ان کے نزدیک کسب معاش ایک دنیا دارانہ کام تھا، اور حج جیسے ایک مذہبی کام کے دوران میں اس کا ارتکاب مذموم تھا، قرآن اس خیال کی تردید کرتا ہے، اور انہیں بتاتا ہے، کہ ایک خدا پرست آدمی جب خدا کے قانون کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے معاش کے لئے جدوجہد کرتا ہے، تو دراصل اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے، اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ ۳۱۔

اس قسم کی قراءتوں کے بارے میں علماء کے خیالات مختلف ہیں، بعض متاخرین کا کہنا ہے، کہ وہ قرآن کی دوسری صورتیں ہیں، جب کہ بعض دوسروں کا خیال ہے، کہ وہ قرآن کا جزء نہیں ہیں، بلکہ تفسیر کے قبیل سے ہیں، اور یہی بات صحیح لگتی ہے، کیوں کہ صحابہ قرآن کریم کی تفسیر کرتے تھے، اور قرآنی آیات کے پہلو بہ پہلو تفسیر لکھنے کے بھی قائل تھے، چنانچہ امتداد زمانہ کے سبب بعض لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ قرآن کی مختلف صورتیں ہیں، جو رسول ﷺ سے منقول ہوئی ہیں، اور آپؐ سے صحابہ کرامؓ نے براہ راست روایت کیا ہے، البتہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے، کہ مختلف قراءتیں تفسیر القرآن بالقرآن کے لئے اہم مرجع ہیں، اس کی تصدیق حضرت مجاہدؒ کی ایک روایت سے ہو جاتی ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا: ”اگر میں نے حضرت ابن عباسؓ سے بہت سے سوالات کرنے سے پہلے حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت پڑھ لی ہوتی، تو مجھے ان سے اکثر سوالات پوچھنے کی حاجت نہیں پڑتی“۔ ۳۲۔

قراءت کی تفسیری حیثیت کو مشہور یہودی مستشرق گولڈزیہر نے بھی تسلیم کیا ہے، ان کا کہنا ہے، کہ ”تفسیر القرآن کا اولین مرحلہ اور اس کا نقطہ آغاز خود قرآن ہی میں موجود ہے، بالفاظ دیگر ہم

قرآن کی مختلف قراءتوں میں اس کی تفسیری کوششوں کا پہلا دور ملاحظہ کر سکتے ہیں۔“ ۳۳۔
ڈاکٹر غلام احمد حریری مذکورہ عبارت کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ”قرآن کریم کی بعض متواتر قراءتوں کو بھی مرکز تفسیر قرار دیا جاسکتا ہے، اگرچہ غیر متواتر قراءتوں کو قرآن ہونے کی حیثیت حاصل نہیں، تاہم ان کو نصوص قرآنی کی تفسیر تسلیم کر سکتے ہیں۔“ ۳۴۔

تفسیر الآیات للأحكام:

قرآن کریم کی تفسیر قرآن کے ذریعہ سے ان احکامی آیات میں بھی کی جاسکتی ہے، جن میں پہلے پہل کسی چیز کی خرابیوں اور خوبیوں کو واضح کیا گیا، پھر دوسری آیات میں اس کو حرام کر دیا گیا، مثال کے طور پر شراب کی حرمت کے بارے میں آیات الہی کو دیکھئے، ”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا“ (البقرہ ۲۱۹)۔

(پوچھتے ہیں، شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے، اگرچہ ان دونوں میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے) یہ شراب کے متعلق پہلا حکم ہے، جس میں صرف اظہارِ ناپسندیدگی کر کے چھوڑ دیا گیا ہے، تاکہ ذہن ان کی حرمت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے، اس حکم کے آنے کے بعد بعض مسلمانوں نے شراب کو چھوڑ دیا تھا، لیکن بہت سے لوگ بدستور اسے استعمال کرتے رہے تھے، حتیٰ کہ بعض اوقات نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے تھے، اس کے بعد دوسرا حکم آ گیا، ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ“ (نساء ۴۳) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم نشے کی حالت میں ہو، تو تم نماز کے قریب نہ جاؤ، نماز اس وقت پڑھنی چاہئے، جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو)

اس آیت میں نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی، اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنے شراب پینے کے اوقات بدل دئے، اور ایسے اوقات میں شراب پینی چھوڑ دی، جن میں یہ اندیشہ ہوتا کہ کہیں نشہ ہی کی حالت میں نماز کا وقت نہ ہو جائے، لیکن کچھ مدت کے بعد قطعی حرمت کا

حکم آگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ (مائدہ ۹۰) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جو اور یہ آستان اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی)۔ ۳۵۔

ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ”لَعْنُ اللَّهِ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمَعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ“۔ ۳۶ (اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے، شراب پر اور اس کے پینے والے پر، اور پلانے والے پر، اور فروخت کرنے والے پر، اور خریدنے والے پر اور کشید کرنے والے پر، اور ڈھوکرے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے ڈھوکرے جائی گئی ہو)

قرآن کے ذریعہ قرآن کی تفسیر ان آیات میں بھی ہو سکتی ہے، جو زنا کی حرمت اور اس کی سزا کے لیے نازل ہوئی ہیں، اسلام نے متعدد آیات و احادیث کے ذریعہ نکاح کی ترغیب دی ہے، اور اس کے لیے راستے ہموار کئے ہیں، کیوں کہ جنسی خواہشات کی تکمیل کا محفوظ ترین طریقہ یہی ہے، اور یہی وہ مثالی طریقہ ہے، جس سے ایک ایسی نسل وجود میں آ سکتی ہے، جس کی تربیت، دیکھ بھال اور نگرانی میں ماں باپ دونوں شریک ہوں، اسی مقصد سے اسلام نے دلوں میں محبت و مودت، رحم اور عزت نفس کے جذبات پیدا کئے، تاکہ یہ نسل اس کائنات کی تعمیر میں اپنی مطلوبہ ذمہ داریاں پوری کر سکے، اور مفوضہ کردار سرانجام دے سکے، چنانچہ قرآن نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے کبھی کہتا ہے کہ یہ انبیاء اور مرسلین کی سنت اور ان کا طریقہ ہے، اللہ کا فرمان ہے، ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً“ (الرعد ۳۸)۔ (تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا)

قرآن کریم اللہ کے احسانات گناتے ہوئے کہتا ہے: ”وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ“ (النحل ۷۲) (اور وہ اللہ ہی

ہے، جس نے تمہارے لئے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں، اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کئے، اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں)

قرآن اللہ کے اس وعدے کا بھی تذکرہ کرتا ہے کہ وہ نکاح کو مالی آسودگی اور فارغ البالی کا ذریعہ بنادے گا، نکاح کرنے والے کے مسائل کو حل کردے گا، اور اسے ایسی قوت عطا کرے گا، جس سے وہ فقر وفاقہ کے اسباب پر غلبہ حاصل کرنے پر قادر ہو جائے گا، چنانچہ ارشاد باری ہے، ”وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ“ (النور/۳۲)۔ (تم میں سے جو لوگ مجرّد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو، اگر وہ غریب ہوں، تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ ”جمہور فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اللہ کا یہ ارشاد اس کام کو واجب نہیں، بلکہ مندوب قرار دیتا ہے، یعنی اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو عام طور پر یہ فکر ہونی چاہئے کہ ان کے معاشرے میں لوگ بن بیاہے نہ بیٹھے رہیں۔“ ۳۷۔

اوپر کی آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے نکاح کو فطری جنسی جذبات کو کنٹرول میں رکھنے کا ایک ذریعہ بنایا ہے، اس لئے نکاح کے راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور ہونا چاہئے، تاکہ زندگی کی گاڑی اپنی طبعی رفتار سے چلتی رہے، لیکن دوسری جانب وہ غیر شادی شدہ لوگوں کو حکم دیتا ہے، کہ اپنا نکاح ہونے تک عفت و پاکدامنی کی زندگی گزاریں، اللہ کا فرمان ہے: ”وَلَيْسَتُغْفِرَ الدِّينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتَوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ“ (النور/۳۳) (اور جو لوگ نکاح کا موقع نہ پائیں، انھیں چاہیئے کہ عفت مابی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے، اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی

درخواست کریں، ان سے مکاتبت کرلو، اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے، اور ان کو اس مال میں سے دو، جو اللہ نے تمہیں دیا ہے)

اسلام نے ایک جانب معاشرے کی تنظیم و تطہیر کی خاطر نکاح کی ترغیب دی، تو دوسری جانب اس نے ناجائز طریقوں سے جنسی خواہش بھڑکانے کے تمام کام حرام قرار دئے، چنانچہ اس نے اختلاط مرد و زن، نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت، ہیجان انگیز تصویروں، فحش گانوں، مشکوک نگاہوں اور ان تمام چیزوں سے دور رہنے کا حکم دیا، جو جنسی خواہش کو بھڑکاتی اور فحش کاری کی دعوت دیتی ہیں۔

”إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (النور/۱۹) (جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے، وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبری رقمطراز ہیں کہ: ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے گروہ میں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے سچا عہد کیا ہے، زنا عام ہو، اور اس کی باتیں پھیلیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے، دنیا میں انھیں پاکدامن مردوں اور عورتوں پر بہتان تراشی کے الزام میں دردناک سزا ملے گی، اور اگر ان کا یہی رویہ برقرار رہا، اور بغیر توبہ کے ان کی موت ہو گئی، تو آخرت میں وہ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے“۔ ۳۸۔

اسلام نے خاندانی نظام کو بچانے کی غرض سے مندرجہ بالا آیت میں فحش پھیلانے والوں کے لئے دردناک سزا سنائی ہے، لیکن اس آیت میں زنا کو حرام نہیں کیا ہے، بلکہ حرمت کی تمہید باندھی ہے، کیوں کہ اسلام معاشرے کو نرمی اور سہولت کے ساتھ عفت اور پاکدامنی کے اعلیٰ مقام تک پہنچاتا ہے، اسی وجہ سے بہت سے فقہاء کا خیال ہے، کہ زنا کی سزا کے احکام شراب کی حرمت کے مثل بتدریج نازل ہوئے ہیں۔ ۳۹۔

جس طرح زنا کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا ہے، اور آخر میں اعلان کر دیا گیا: وَلَا تَقْرُبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (اسراء/۳۲) (کہ زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت برا فعل ہے، اور

بڑا ہی برا راستہ ہے)، اور متعدد آیات کے ذریعہ اس برے کام کے ارتکاب پر سزا کی شدید دھمکی بھی دی ہے، اسی طرح سے زانی کے جرم کی سزا بتدریج نازل ہوئی ہے۔

ابتدائی اسلامی دور میں اگر عورت پر زنا کا جرم ثابت ہو جاتا، تو اسے ایک گھر میں قید کر دیا جاتا، اور وہ اس گھر سے موت تک نکل نہ سکتی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَاللَّائِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا“ (النساء/۱۵) (تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں، ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں، تو ان کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے)

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ جن عورتوں پر ارتکاب زنا کا جرم ثابت ہو جائے انہیں معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جائے، آیت کے ٹکڑے ”أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا“ سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ کوئی مستقل اور قطعی حکم نہیں ہے، بلکہ ایک مخصوص وقفہ اور معاشرے کے مخصوص حالات کے لئے ہے، اور بعد میں اس سے متعلق مستقل فیصلہ صادر ہونے کی توقع ہے، چنانچہ بعد میں سورہ نور میں دوسرا حکم نازل ہونے کے بعد یہ پہلے حکم کی تفسیر بن گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ“ (النور/۲) (زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامنگیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود ہے) یہ وہ راستہ ہے، جس کی طرف سورہ نساء کی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ۴۰۔

تفسیر القرآن بالحدیث النبوی:

اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر قرآن مجید میں نہ مل سکے، تو تفسیر کا سب سے بہترین اصول یہ ہے، کہ

اس کو رسول کی سنت میں تلاش کیا جائے۔

جیسا کہ ابن تیمیہؒ اپنی اصول تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ ”اگر قرآن میں کامیابی نہ ہو، تو پھر سنت کی طرف رجوع کرو کیوں کہ وہ قرآن کی تفسیر اور اس کی وضاحت کرتی ہے، بلکہ امام شافعیؒ یہاں تک فرماتے ہیں کہ رسولؐ کا دیا ہوا ہر حکم قرآنی حکم ہی کے زمرہ میں شامل ہے“۔ ۴۱۔

تفسیر بالحدیث کی مثالیں:

رسول اللہ ﷺ سے تفسیر قرآن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، ”الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ“ (انعام/۸۲) (وہ جو ایمان لائے، اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی) تو لوگ بڑے پریشان نظر آ رہے تھے، دربار رسالت میں عرض کیا، ہم میں سے کون ہے، جس نے ظلم نہ کیا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا، آیت کا مطلب وہ نہیں، جو تم نے سمجھا ہے، آپ نے تفسیر القرآن بالقرآن کے حوالے سے اس آیت کو پیش کیا، ”إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ“ (لقمن/۱۳) (بیشک شرک بڑا ظلم ہے)، اس آیت کریمہ میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ ۴۲۔

(۲) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے، کہ نبی ﷺ نے منبر پر یہ آیت پڑھی، ”وَأَعِذُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ“۔ (انفال/۶۰) (اور ان کے لئے تیار رکھو، جو قوت تمہیں بن پڑے) آپ ﷺ نے فرمایا، کہ اس آیت میں قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ ۴۳۔

(۳) حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں، کہ انہوں نے رسولؐ سے سنا، آپ ﷺ نے آیت قرآنی ”وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى“ (فتح/۲۶) کے متعلق فرمایا، اس میں کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔ ۴۴۔

(۴) اسی طرح قرآن کریم میں آیا ہے، ”فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ“ (السجدہ/۱۷) (تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے)

اس آیت کی تفسیر آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی کہ ”اس (جنت) میں وہ چیزیں ہیں، جو نہ کسی

آنکھ نے دیکھی، اور نہ کسی کان نے سنی، اور نہ کسی دل پر ان کا گزر ہوا، جو چیزیں تمہیں معلوم ہیں، ان کا تو ذکر ہی چھوڑیے۔“ ۴۵۔

تفسیر القرآن باقوال الصحابة والتابعين:

قرآن و سنت میں تلاش کرنے کے بعد اگر کسی آیت کی تفسیر نہ مل سکے، تو صحابہ کے اقوال میں اس آیت کی تفسیر تلاش کرنی چاہیے، کیوں کہ صحابہ رسولؐ کے تربیت یافتہ تھے، اور قرآن کی تفسیر و تشریح کے بارے میں جو اشکال ان کو پیش آتے تھے، انھوں نے براہ راست آپ ﷺ سے دریافت کر لیا تھا، اسی بناء پر امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ”جب تفسیر نہ قرآن مجید میں ملے، اور نہ سنت نبویؐ میں، تو پھر ہمیں اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیوں کہ وہی قرآن کی زندہ تفسیر (رسولؐ کی زندگی) کے معنی شاہد تھے، اور ان احوال و ظروف اور اسباب سے بخوبی واقف تھے، جن میں قرآن کا نزول ہوا ہے، نیز فہم تام کے مالک اور علم صحیح کے حامل تھے، خاص طور پر ان کے علماء و اکابر مثلاً ائمہ اربعہ یعنی خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ جیسے عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ“ ۴۶۔

اقوال صحابہؓ کی روشنی میں تفسیر کی ضرورت بیان کرتے ہوئے ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”جب کسی آیت کی تفسیر ہمیں قرآن و سنت میں نہ ملے، تو ہم اقوال صحابہ کی طرف رجوع ناچاہیے، چونکہ انھوں نے نزول قرآن کے احوال و قرائن اپنی آنکھوں سے خود ملاحظہ کئے تھے، اس لئے وہ قرآن مجید کی تفسیر ہم سے بہتر جانتے تھے، اور اس لئے بھی کہ ان میں فہم کامل، علم صحیح پایا جاتا تھا، خصوصاً ان کے اکابر مثلاً خلفائے راشدین اور اہل علم صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ“ ۴۷۔

تفسیر صحابہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ بات جو کہی جاتی ہے، کہ صحابی کی تفسیر مرفوع کا درجہ رکھتی ہے، یہ علی الاطلاق نہیں، بلکہ اس تفسیر کے بارے میں ہے، جس کا تعلق کسی آیت کے سبب نزول کے ساتھ ہو، یا کسی ایسی بات کے سلسلے میں ہو، جو آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے اخذ نہ کی جاسکتی ہو، اور اس میں انسانی عقل کا کوئی دخل نہ ہو، مثلاً حضرت

جابرؓ کا یہ قول کہ یہودی کہا کرتے تھے، کہ جو شخص اپنی بیوی سے کچھلی طرف سے قبل میں مجامعت کرتا ہے، اس کے یہاں بھینگا بچہ پیدا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ”نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ“ (البقرہ ۲۲۳) (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں) جہاں تک صحابہ کے دیگر تفسیری اقوال کا تعلق ہے، جن کو حضورؐ کی جانب منسوب نہ کیا گیا ہو، ان کو موقوف ہی قرار دیا جائے گا، مرفوع نہیں۔“ ۴۸۔

اگر قرآن کی تفسیر قرآن و سنت اور اقوال صحابہ میں نہ ملے، تو ایسی صورت میں اکثر ائمہ نے اقوال تابعین کی طرف رجوع کیا ہے، مثلاً حضرات مجاہدؒ بن جبیرؒ، سعید بن جبیرؒ اور عکرمہ مولیٰ بن عباسؒ وغیرہم۔

تفسیر القرآن باقوال الصحابہ کی مثالیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ (البقرہ ۹۴)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے کہا کہ یہود سے ایسا کہو، یعنی اس بات پر موت کی دعا کرنے کی دعوت دو، کہ کون فریق جھوٹا ہے، تو یہود نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، کیوں کہ وہ جانتے تھے، کہ آپ رسولؐ برحق ہیں، مگر پھر بھی نہیں مانتے تھے، جس دن ان کو یہ چیلنج دیا گیا تھا، اگر اس دن وہ موت کی دعا کرتے، تو سب یہودی ختم ہو جاتے، کوئی باقی نہ بچتا۔ ۴۹۔

”إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سورت میں آپؐ کو قرب اجل سے آگاہ کیا گیا ہے، ارشاد فرمایا، جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، تو یہ آپؐ کے آخری وقت کی علامت و نشانی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا بھی یہی خیال ہے۔ ۵۰۔

تفسیر القرآن باقوال المتابعین کی مثالیں:

ارشاد ہے: ”هَذَا صِرَاطٌ عَلَىٰ مُسْتَقِيمٍ“ (حجر/۴۱) (یہ میرا راستہ مستقیم ہے)

اس آیت کی تفسیر مشہور تابعی حضرت مجاہدؒ ان الفاظ میں کرتے ہیں، ”الحق يرجع الى الله وعليه طريقه“ ۵۱۔ حق اللہ کی طرف لوٹتا ہے، اور اسی (حق پر) چلنا ہی (اللہ کا) طریقہ ہے۔

حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؒ ”سامدون“ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں، ”يتغنون بالحميرية“۔ حمیر یہ لہجے میں گاتے تھے۔ ۵۲۔

حضرت ابراہیمؒ ”أفتمارونه“ (النجم/۱۲) کی تفسیر ”أفجادلونه“ سے کرتے ہیں۔ ۵۳۔

حوالہ جات

- (۱) مقدمہ ابن کثیر ۴/۱ امام ابن کثیر
- (۲) تاریخ تفسیر و مفسرین ص ۲۳۳ ڈاکٹر غلام احمد حریری
- (۳) التبیان فی علوم القرآن ص ۱۷۵ محمد علی صابونی
- (۴) جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن عن رسول ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیه
- (۵) مقدمۃ التفسیر ص ۲۳۲ راغب الاصفہانی
- التفسیر والمفسرون ۲۶۲، ۲۶۳/۱ ڈاکٹر حسین الذہبی
- (۶) جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن عن رسول ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیه
- (۷) احیاء علوم القرآن ۱۳۶/۳ امام غزالی
- التبیان فی علوم القرآن ص ۱۸۷ محمد علی صابونی
- (۸) مقدمۃ التفسیر ص ۲۳۲ راغب الاصفہانی
- التفسیر والمفسرون ۲۶۳/۱ ڈاکٹر حسین الذہبی
- التبیان ص ۱۸۷ محمد علی صابونی
- (۹) البرہان فی علوم القرآن ۱۴۲/۲ بدرالدین زرکشی
- (۱۰) جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن عن رسول ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیه
- (۱۱) تفسیر بیضاوی ۳: ۵ قاضی ناصر الدین
- (۱۲) تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۳۲۸-۳۲۹ شبیر احمد عثمانی
- (۱۳) تفسیر روح المعانی ۱۱۲: ۲۴ علامہ آلوسی
- (۱۴) تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۶۴۰ شبیر احمد عثمانی

| | | |
|--------------------------|------------|---|
| شیخ محی الدین ابن عربی | ۲۹۱:۲ | (۱۵) تفسیر ابن عربی |
| شبیر احمد عثمانی | ص ۷۱۱ | (۱۶) تفسیر شبیر احمد عثمانی |
| شیخ محی الدین ابن عربی | ۱۴۱:۱ | (۱۷) تفسیر ابن عربی |
| مولانا شبیر احمد عثمانی | ص ۹۷ | (۱۸) تفسیر شبیر احمد عثمانی |
| علامہ جلال الدین السیوطی | ۳۱/۲ | (۱۹) الاتقان فی علوم القرآن |
| بدر الدین زرکشی | ۲۱۵/۲ | (۲۰) البرهان فی علوم القرآن |
| علامہ سیوطی | ۳۱/۲ | (۲۱) الاتقان فی علوم القرآن |
| بدر الدین زرکشی | ۲۶۱/۲ | (۲۲) البرهان فی علوم القرآن |
| عبدالوہاب خلاف | ص ۲۱۳ | (۲۳) اصول الفقہ |
| غلام احمد حریری | ص ۴۲، ۴۱/۲ | (۲۴) تاریخ تفسیر و مفسرین |
| | ۳۶۱/۱ | (۲۵) مسلم الثبوت |
| غلام احمد حریری | ص ۴۳ | تاریخ تفسیر و مفسرین |
| عبدالوہاب خلاف | ص ۲۲۶ | (۲۶) اصول الفقہ |
| غلام احمد حریری | ص ۴۱ | (۲۷) تاریخ تفسیر و مفسرین |
| ڈاکٹر حسین الذہبی | ۳۸/۱ | التفسیر والمفسرون |
| | ۳۹/۱ | (۲۸) ایضاً |
| غلام احمد حریری | ص ۴۳ | تاریخ التفسیر والمفسرین |
| ڈاکٹر حسین الذہبی | ۴۱/۱ | (۲۹) التفسیر والمفسرون |
| ابن حجر عسقلانی | ۶۵/۸ | (۳۰) فتح الباری، کتاب التفسیر |
| | ۱۸۶/۸ | (۳۱) ایضاً |
| علی حسن عبدالقادر | | (۳۲) نظریۃ عامۃ فی تاریخ التشریح الاسلامی ۱۶۳/۱ |

| | | |
|-------------------|------------|--|
| ابن حجر عسقلانی | ۶۵/۸ | فتح الباری، کتاب التفسیر |
| ڈاکٹر حسین الذہبی | ۴۱/۱ | التفسیر والمفسرون |
| گولڈزیہر | ۱۰/۱ | (۳۳) المذاہب الاسلامیہ |
| ڈاکٹر حسین الذہبی | ۴۱/۱ | التفسیر والمفسرون |
| غلام احمد حریری | ص ۴۳ | تاریخ تفسیر ومفسرین |
| " " | ص ۴۴ | (۳۴) تاریخ تفسیر ومفسرین |
| فخر الدین رازی | ۱۰۸/۱۰ | (۳۵) التفسیر الکبیر |
| | | (۳۶) سنن أبی داؤد، کتاب الاثریۃ، باب العصیر للنخمر |
| ابوالاعلیٰ مودودی | ۳۹۸/۳ | (۳۷) تفہیم القرآن |
| ابن جریر الطبری | ۷۱/۱۸ | (۳۸) جامع البیان فی تفسیر القرآن |
| سید سابق | ۴۰۴/۲ | (۳۹) فقہ السنۃ |
| ابن کثیر | ۴۷۳، ۴۷۲/۱ | (۴۰) تفسیر القرآن العظیم |
| ابن تیمیہ | ۳۶۳/۱۳ | (۴۱) مجموع الفتاوی |
| امام بخاری | ج ۲ | (۴۲) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ لم یلبسوا ایمانہم بظلم ج ۲ |
| ابوعیسیٰ الترمذی | ج ۲ | (۴۳) جامع ترمذی، ابواب التفسیر، سورہ انفال ج ۲ |
| " " | ج ۲ | (۴۴) ایضاً، سورہ فتح ج ۲ |
| " " | ۱۵۱/۲ | (۴۵) ایضاً، سورۃ السجدہ |
| ابن تیمیہ | ۳۶۴/۱۳ | (۴۶) مجموع الفتاوی |
| ابن کثیر | ۴/۱ | (۴۷) تفسیر القرآن العظیم |
| ابوعمر ابن الصلاح | ص ۱۲۹ | (۴۸) مقدمہ ابن صلاح ومحاسن الاصطلاح |
| ابن کثیر | ۱۳۱/۱ | (۴۹) تفسیر القرآن العظیم |

ابن حجر عسقلانی

امام بخاری

" " " "

" " " "

٥١٩/٨

سورة الحجر ٣١

سورة النجم

١٢/ "

(٥٠) فتح الباری، کتاب التفسیر

(٥١) صحیح بخاری، کتاب التفسیر

(٥٢) صحیح بخاری، " " "

(٥٣) " " " "

تفسیر القرآن بالقرآن کا تاریخی ارتقاء:

تفسیر القرآن کی تاریخ اتنی پرانی ہے جتنی کہ خود قرآن کریم کی، لہذا یہ حقیقت مسلم ہے کہ اسلامی علوم میں فنی لحاظ سے فن تفسیر ہی سب سے پہلے وجود میں آیا۔ قرآن مجید کا اولین مفسر خود اللہ تعالیٰ اور پہلا تفسیری سرمایہ خود قرآن حکیم ہے۔

اس ضمن میں چند قرآنی آیات حسب ذیل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ“ (القیامہ / ۱۹)

(پھر اسکی تشریح بھی ہمارے ذمہ ہے)

دوسری جگہ فرمایا: وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (الاعراف / ۵۲) (ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کی تفصیل ہم نے علم کے ساتھ کی ہے)

ایک اور جگہ قرآن میں آیا ہے: وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (الانعام / ۱۱۵) (اور وہی اللہ ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری تفصیل شدہ)

قرآن مجید کا دوسرا تفسیری سرمایہ حدیث رسولؐ ہے اسکی تائید میں قرآن کریم کی چند آیات درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (الخل / ۴۴) (ورہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اس سے لوگوں کے لئے واضح کر دیں)

دوسری جگہ کہا گیا: كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ (ص / ۲۹) (ہم نے بابرکت کتاب کو آپ پر نازل کیا تاکہ وہ اسکی آیات میں غور و فکر کریں)

ایک اور مقام پر آیا: إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (الزخرف / ۳) (ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا تاکہ تم غور و فکر کرو)

مذکورہ قرآنی آیات پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ قرآن کریم میں روایت تفسیر اور درایت تفسیر دونوں کے واضح اشارات ملتے ہیں۔

اس طرح ہم تفسیر القرآن تک دو طریقوں سے پہنچ سکتے ہیں۔ تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالزأی۔

صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے قرآن کے الفاظ و معانی دونوں سیکھ لیے تھے۔ ۱۔

چنانچہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں ان کی اصل قرآن میں قریب قریب موجود ہے۔ ۲۔ لہذا صحابہؓ عام طور پر جب کوئی حدیث نقل کرتے تو اسکی تصدیق کے لئے اس کے ساتھ قرآنی آیت بھی پڑھتے جیسے ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے، جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے دیے جاتے ہیں، بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال نہ کرے اس کی شہادت میں یہ قرآنی آیت پڑھی ارشاد ہے لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (البقرة/۲۷۳) (وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے ہیں)۔ ۳۔

تفسیر القرآن دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں:

تفسیر القرآن کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر آیات قرآنیہ ہی سے کی جائے کیونکہ کلام اللہ میں ایک بیان کہیں مختصر ہے تو دوسرے جگہ اسکی تفسیر موجود ہے۔ لیکن اگر قرآنی آیات میں اسکی تشریح و تفسیر نہ مل سکے تو احادیث رسولؐ اور سنت صحیحہ سے کرنی چاہئے۔ کیونکہ نبیؐ نے احادیث میں جو فیصلہ جات و حکم بیان فرمائے ہیں وہ سب قرآن ہی سے مأخوذ و مفہوم ہیں۔ ان میں قرآن ہی کی تفسیر و تبیین ہے۔

صاحب تفسیر القرآن العظیم رقمطراز ہیں۔ ان اصح الطرق فی ذالک ان یفسر القرآن بالقرآن فما اجمل فی مکان فانه قد بسط فی موضع آخر فان اعیاک ذالک فعلیک بالسنة فانها شارحة للقرآن و موضحة له ۴۔ (قرآن کی تفسیر کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اسکی تفسیر آیات قرآنیہ ہی کے ذریعہ سے کی جائے۔ کیونکہ اس میں ایک بیان کہیں مختصر ہے تو دوسری جگہ اسکی وضاحت بیان کی گئی ہے اور اگر قرآن میں وضاحت نہ مل سکے تو احادیث، سنت رسولؐ سے تفسیر کرنی چاہئے کیونکہ سنت قرآن کریم کی شرح اور سچی تفسیر ہے)

جس طرح قرآن حکیم بذریعہ وحی نازل ہوا، اسی طرح حدیث رسول بھی وحی خداوندی ہے مگر قرآن وحی متلو، اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔ ۵

نواب صدیق خان فرماتے ہیں کہ ”اذا ثبت تفسیر ذالک من الرسول فهو اقدم من کل شیء بل حجة متبعة لا یسوغ مخالفتها لشیء اخر“۔ ۶ (جب خود مفسر صادق سے کلام الہی کی تفسیر ثابت ہو جائے تو وہ ہر شخص کے قول و تفسیر پر مقدم، لائق حجت اور واجب الاتباع ہے کسی طرح بھی مخالفت کی گنجائش نہیں ہے)

لیکن جب کسی آیت کریمہ کی تفسیر، قرآن و حدیث دونوں میں نہ مل سکے تو اقوال صحابہ کرام کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کو خوب جانتے تھے وہ مدرسۃ النبوی کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ عالم تھے۔ صاحب تفسیر القرآن العظیم فرماتے ہیں کہ ”وَحِينَئِذٍ اِذَا لَمْ يَجِدِ التَّفْسِيرَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السَّنَةِ رَجَعْنَا فِي ذَالِكِ اِلَى اقْوَالِ الصَّحَابَةِ فَانْهَمِ اِدْرٰی بِذَالِكِ لِمَا شَاهَدُوا مِنَ الْقُرَآنِ وَالْاَحْوَالِ الَّتِي اخْتَصُّوا بِهَا وَلِمَا لَهُمْ مِنَ الْفَهْمِ التَّامِ وَالْعِلْمِ الصَّحِيحِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ لَا سَيِّمًا عِلْمَاءُ هُمْ وَكِبَرَاءُ هُمْ كَالْاُئِمَّةِ الْارْبَعَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَرِثَةُ الْمُهْتَدِينَ“۔ ۷ (جب کسی آیت کی تفسیر، قرآن کریم و حدیث پاک دونوں میں نہ ملے تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، کیونکہ وہ تفسیر قرآن خوب جانتے تھے اس وقت کے قرائن و احوال کا علم ان ہی کو ہو سکتا ہے، وہ زمانہ نزول وحی میں موجود و حاضر تھے علاوہ ازیں فہم تام علم صحیح اور عمل صالح سے آراستہ تھے، بالخصوص وہ بزرگ جو ان میں علماء کبار و مشائخ عظام کا درجہ رکھتے تھے، جیسے چاروں خلفاء راشدین اور ائمہ مہتدین)۔

صحابہ کرام کی قرآن فہمی:

فہم قرآن میں بعض ممتاز صحابہ: حضرت ابوبکرؓ (۱۳ھ) حضرت ابی بن کعبؓ (۲۰ھ) حضرت عمر فاروقؓ (۲۳ھ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ) حضرت عثمانؓ (۳۵ھ) حضرت علیؓ (۴۰ھ) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (۴۴ھ) حضرت زید بن ثابتؓ (۴۵ھ) حضرت ابو ہریرہؓ

” (۵۷ھ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶۸ھ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۷۳ھ) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۷۴ھ) حضرت انس بن مالکؓ (۹۱ھ)۔

ان مفسرین صحابہؓ میں سے جن سے کتابی طور پر تفسیر القرآن کا ثبوت ملتا ہے ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے، نیز تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ کا تعارف:

آپ کا نام ابی بن کعبؓ بن قیس انصاری، کنیت ابوالمنذر اور ابو الطفیل تھی جب رسولؐ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابی بن کعبؓ آپؐ کے اولین کا تب قرار پائے۔ آپ اس مجلس کے رکن تھے جو چار صحابہؓ پر مشتمل تھی، ان کا کام زمانہ رسالت میں قرآن کو جمع کرنا تھا، ان کو خود رسولؐ نے مقرر فرمایا تھا، قرآن کی تلاوت اور مخارج حروف کے لحاظ سے آپؓ صحابہؓ میں اقراء بلکہ سید القراء کہے جاتے تھے۔

آپؓ نے عقبہ ثانیہ میں آپؐ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی، غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں آپؓ نے شرکت کی، آپؓ سے ۱۶۴ روایات منقول ہیں، قرآن کریم سے آپؓ کا شغف جسکی تصدیق میں یہ روایت ہے، جسے ابن عباسؓ سے بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔ ”حضرت محمد ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو سورۃ لم یکن پڑھ کر سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس بات کا مجھے اللہ نے حکم فرمایا ہے“۔ ۱۔

یہ شرف آپؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کو حاصل نہ ہوا حضرت عمرؓ آپؓ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے، آپؓ سے قرآنی تفسیر کا ایک بڑا نسخہ روایت ہے جس نسخہ کو ابی جعفر رازی بواسطہ ربیع بن انس عن ابی العالیہ روایت کرتے تھے۔ امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، امام احمد بن حنبل اور حاکم نے ان سے روایات لی ہیں، حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی اس لئے یہ نسخہ پانچویں صدی میں ضرور موجود تھا۔ ۹۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے کثیر تفسیری اقوال و آثار مختلف و متعدد طرق و اسانید سے منقول

ہیں علماء نے ان اسانید پر کلام اور نقد و تبصرہ کیا ہے سب سے مشہور اسانید حسب ذیل ہیں۔
 ابو جعفر رازی عن ربیع بن انس عن ابوالعالیہ عن ابی عنہ (یہ سند درست ہے اور اس کی وجہ
 سے تفسیر کا ایک ضخیم نسخہ علماء تک پہنچا ہے۔) (۲) وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن
 طفیل بن ابی بن کعب (امام احمد نے مسند میں اسی سند سے) سے روایتیں لی ہیں یہ سند حسن کے درجہ کی
 ہے حافظ ہشیمی (م ۱۴۰۵ء) نے مجمع الزوائد میں اس سند کو حسن کہا ہے۔ ۱۰۔
 ابی بن کعب کی وفات مدینہ میں ۲۰ھ کو ہوئی مگر ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ آپ کی وفات حضرت
 عثمان کی خلافت میں ۳۰ھ میں ہوئی۔ واقدی نے کہا ہے کہ ”ہو اثبت الاقاویل عندنا“۔ ۱۱۔
 تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

- (۱) ارشاد باری ہے: وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً (الحاقة ۱۴)
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب سورہ الحاقۃ کی آیت کی تشریح و تفسیر میں سورہ عبس کی آیات پیش
 کر کے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زمین اور پہاڑوں کو چور چور کر دینے سے جو غبار اٹھے گا، وہ صرف کافروں
 کے چہروں پر ہوگا، اہل ایمان اس سے محفوظ رہیں گے، اور اس تفسیر میں یہ آیات پیش کیں۔
 ارشاد ہے: وَوُجُوهُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (عبس/ ۴۱-۴۰)
 (۲) اللہ کا ارشاد ہے: اللَّهُ الصَّمَدُ (اخلاص ۲)
 ابی بن کعب کہتے ہیں کہ ”الصمد“ کی تفسیر قرآن نے خود بیان فرمائی جیسے ارشاد باری
 تعالیٰ: لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (اخلاص ۳)۔ ۱۲۔
 حضرت عبداللہ بن مسعود کا تعارف:

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن مسعود بن غافل اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے بنو ہذیل کے قبیلہ
 سے تعلق تھا، والدہ ماجدہ ام عبد کے نام سے معروف تھیں، والدہ کی جانب منسوب کر کے آپ کو ابن
 ام عبد بھی کہا جاتا تھا، قرآنی علوم کے ساتھ محبت اور تعلق کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول
 کا ارشاد ہے جو قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جس طرح نازل ہوا ہے تو وہ ابن مسعود سے

پڑھے، قبول اسلام کے بعد آپؐ اکثر رسولؐ کی خدمت میں رہتے آپؐ خلافت فاروقیؓ اور عثمانیؓ میں کوفہ میں بیت المال کے خازن رہے۔ پھر آخری عمر میں مدینہ چلے گئے، اور ۳۲ھ میں وفات پائی حسب وصیت آپؐ جنت البقیع میں مدفون ہوئے، صحابہ کرامؓ میں کتاب اللہ کے سب سے بڑے حافظ تھے خود نبیؐ ان سے قرآن سننا پسند کرتے تھے عبد اللہ بن مسعود خود روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا، مجھے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا، کیا میں آپؐ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ قرآن آپؐ پر ہی نازل ہوا ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ میں دوسروں سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (نساء/۴۱) (کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپؐ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے) تو آپؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے ۱۳۔ حضرت مسروق بن اجدع کا قول ہے کہ اصحاب رسولؐ کا علم چھ صحابہؓ کی ذات پر اختتام ہو گیا یعنی حضرت عمرؓ، ابی بن کعبؓ، ابوالدرداءؓ، زید بن ثابتؓ، اور عبد اللہ بن مسعودؓ، پھر ان چھ صحابہؓ کا علم دو آدمیوں کی ذات میں مرکوز ہو کر رہ گیا یعنی حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے رسولؐ کے انتقال کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور تاحیات اہل کوفہ کو حدیث، تفسیر اور فقہ کا درس دیتے رہے، آپؐ کوفہ کے قاضی اور معلم بھی تھے، نص کی عدم موجودگی میں اپنی رائے پر عمل کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو کوفہ کا عامل بنا کر بھیجا، تو اہل کوفہ کو لکھا کہ میں نے عمار بن یاسرؓ کو امیر اور عبد اللہ بن مسعودؓ کو معلم و وزیر بنا کر بھیجا ہے، یہ جلیل القدر بدری صحابہؓ میں شامل ہیں، ان کی بات سنئے اور انکی اطاعت کیجئے، میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو تمہاری طرف بھیج کر اپنی ذات پر ترجیح دی ہے ۱۵۔

چنانچہ مشہور تابعی حضرت مسروق بن اجدعؓ نے کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں، جس کے بارے میں مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کب اور کہاں نازل ہوئی، اور اگر مجھے کسی ایسے آدمی کے بارے میں پتہ

چلے کہ وہ تفسیر قرآن مجھ سے بہتر جانتا ہے اور سواری وہاں پہنچ سکتی ہے، تو میں وہاں جا کر استفادہ کرتا ۱۶۔

آپؐ کے شاگردوں میں مسروق بن اجدع، علقمہ بن قیس نخعیؒ (م ۶۲ھ) اور دیگر علمائے کوفہ شامل ہیں۔

کتب حدیث اور تفسیر میں بکثرت اسانید ابن مسعودؓ پر جا کر اختتام ہو جاتی ہیں، نقاد حدیث نے ان کو خوب جانچا، پرکھا، ابن مسعودؓ سے اخذ و نقل کے طرق یہ ہیں (۱) اعمش عن ابوالضحیٰ عن مسروق عن ابن مسعودؓ (یہ عمدہ سند ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اسی سند پر بھروسہ کیا ہے) (۲) مجاہد عن ابو معمر عن ابن مسعودؓ (اس سند کو بخاریؒ نے اپنی صحیح میں قرار دیا ہے) (۳) اعمش عن ابوالاعلیٰ عن ابن مسعودؓ (یہ بھی صحیح ہے اور بخاریؒ اس سند سے بھی روایت کرتے ہیں) (۴) سدی الکبیر عن ابوالاعلیٰ عن ابن مسعودؓ (اس سند سے حاکم نے مستدرک میں روایت لی ہے، اور ابن جریر اپنی تفسیر میں اکثر و بیشتر اس طریق سے روایت کرتے ہیں) (۵) ابی روق عن ضحاک عن عبداللہ بن مسعودؓ (طبریؒ نے اس طریق سے بھی تفسیری روایات قبول کی ہیں، لیکن یہ سند منقطع ہے، کیونکہ ضحاک کی ملاقات ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں ہے۔ ۱۷۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) ارشاد باری ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (البقرہ/۱۶۸)

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ”خطوات الشیطان“ کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمائی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (المائدہ/۸۷)

(۲) اللہ کا ارشاد ہے اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (طہ/۴۳، ۴۴)

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ”قول لین“ کی تشریح ہم دوسری جگہ پاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ (النازعات/ ۱۸، ۱۹)

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۖ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۖ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۖ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۖ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ (الصفات ۱۳۹ تا ۱۴۴)

حضرت ابن مسعود اس قول باری تعالیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیات میں حضرت یونس کا قصہ بیان ہوا اس میں یونس کا مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کرنا بیان ہوا جس کی تفسیر خود قرآن کی دوسری آیت کرتی ہے: فَنادى فى الظلمات أن لا إله إلا أنت سبحانك إنى كنت من الظالمين (الانبياء/ ۸۷) ۱۸

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا تعارف:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسولؐ کے چچیرے بھائی تھے، آپ کی ولادت ان دنوں ہوئی، جب نبیؐ اور آپؓ کا قبیلہ شعب ابی طالب میں محصور تھا، جب آپؓ پیدا ہوئے، تو آپ کو نبیؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپؓ نے لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا، بچپن ہی سے رسول اللہؐ سے وابستہ رہے، آپؓ کی وفات کے وقت ابن عباسؓ کی عمر تیرہ سال تھی، آپؓ کے بعد ابن عباسؓ نے کبار صحابہ کی صحبت اختیار کی، اور ۶۸ھ میں ستر سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے زمانے میں حضرت ابن عباسؓ امیر حج مقرر ہوئے، آپؓ نے اپنے خطبہ میں سورہ بقرہ کا اس عہدگی سے بیان کیا کہ اگر کفار ترک و دہلیم بھی سن لیتے، تو قطعاً مسلمان ہو جاتے، بعض روایات میں سورہ نور کی تفسیر کا ذکر ہے۔ ۱۹

حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں ان کو افتخار و علم بکتاب اللہ ہونے کی وجہ سے آپ کو کبار صحابہ کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، فتح الباری میں ہے کہ: وکان من علماء الصحابة حتى کان عمرؓ يقدمه مع الاشياخ وهو شاب۔ ۲۰۔ (حضرت ابن عباسؓ علماء صحابہ میں سے تھے، یہاں

تک کہ حضرت عمرؓ ان کو اشیاخ صحابہ کے ساتھ آگے رکھتے تھے حالانکہ وہ ابھی نوجوان تھے۔
اس طرح آپ کے عظیم مفسر ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ، تابعین اور
معاصرین مشکلات قرآن کو حل کرنے میں آپؐ کی جانب رجوع کیا کرتے تھے، مثال کے طور پر
حضرت عمرؓ اعظم صحابہؓ سے کسی آیت کا معنی و مطلب دریافت کرتے اور جب تسلی بخش جواب نہ
پاتے، تو ابن عباسؓ کی جانب رجوع کرتے، آپؓ ابن عباسؓ کی بیان کردہ تفسیر پر اعتماد کرتے تھے،
ابن جریر طبریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے اس آیت کے معنی دریافت کئے،
أَيُّوَدُ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحِيلٍ وَأَعْنَابٍ (بقرہ ۲۶۶) (کیا تم میں سے کوئی شخص
چاہتا ہے کہ اسکا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو)

کوئی بھی شافی جواب نہ دے پایا، ابن عباسؓ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے، بولے امیر
المؤمنین میرے جی میں ایک بات آتی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپ برملا بیان کیجئے، ابن عباسؓ
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک مثال بیان کی ہے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس
بات کو پسند کرتا ہے کہ عمر بھرنیکی کے کام کرتا رہے، جب اس کا آخری وقت آئے، جبکہ نیکوں کی
اسے زیادہ ضرورت ہے، تو برا کام کر کے سب نیکوں کو برباد کر دے۔ ۲۱۔

تفسیر القرآن کے سلسلہ میں آپؐ کے بے شمار شاگرد ہیں، لیکن جن شاگردوں نے آپ کے
تفسیری اقوال کو ہم تک پہنچایا، اور اس باب میں شہرت حاصل کی، ان میں حضرت
مجاہدؒ (۱۰۳ھ) عطاء بن ابی رباحؒ (۱۱۴ھ) عکرمہ مولیٰ بن عباسؒ (م ۱۰۵ھ) سعید بن جبیر
(م ۹۴ھ) طاؤس بن کیسان (م ۱۰۶ھ) وغیرہم مشہور ہیں۔

حضرت ابن عباس کی تفسیری روایات جن اسانید سے مروی ہیں، ان میں ضعیف ترین سند
محمد بن سائب کلبی (م ۱۴۶ھ) اور ابوصالح عن ابن عباسؓ ہے، کلبی کے بارے میں محدثین کا خیال
ہے کہ (۱) کلبی کی روایات تمام محدثین کے نزدیک متروک ہیں (۲) وہ ثقہ نہیں ہے (۳) اسکی
روایت لکھنے کے قابل نہیں (۴) وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ۲۲۔

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں کہ کلبی متهم بالکذب ہے، جب وہ بیمار پڑا، تو اپنے اصحاب و تلامذہ سے کہا کہ میں نے جو کچھ بھی بروایت ابوصالح بیان کیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ ۲۳

عبداللہ بن عباسؓ کی جانب ایک ضخیم تفسیر منسوب کی جاتی ہے، کیونکہ آپ سے بے شمار تفسیری روایات منقول ہیں، اور انکے طرق و اسانید بھی مختلف ہیں، حدیہ ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جسکے بارے میں آپؓ سے کوئی قول مروی نہ ہو، آپ کی جانب منقول روایات کو محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی مصنف القاموس المحیط نے جمع کر کے ”تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ“ کے نام سے مصر سے متعدد بار شائع کروایا ہے، اس کتاب میں ابن عباسؓ سے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان کا دار و مدار محمد بن مروان سدی الصغیر کی روایت عن محمد بن سائب کلبی عن ابوصالح عن ابن عباسؓ پر ہے، اور اس سند کو محدثین نے ضعیف تر بلکہ سلسلۃ الکذب بتایا ہے، ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال کے سلسلے میں محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (م ۲۶۸ھ) کا قول ہے کہ میں نے امام شافعیؒ فرماتے سنا کہ ابن عباسؓ سے تفسیر کے سلسلے میں تقریباً ایک سو احادیث ثابت ہیں۔ ۲۴

یہ تفسیر ابن عباسؓ دوسری تفسیروں کے ساتھ کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے، علحیدہ کتابی شکل میں پہلی دفعہ (۱۳۱۶ھ) مصر میں شائع ہوئی ہے، برصغیر میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے ”الخير الكثير“ میں اس تفسیر کو جمع کر دیا ہے، اس تفسیر کی برصغیر میں قبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ (۱۲۸۵ھ) میں جو قرآن کریم مترجم فارسی از شاہ ولی اللہ دہلوی اور از شاہ رفیع الدین مطبع ہاشمی سے شائع ہوا، اس کے حاشیہ پر تفسیر ابن عباسؓ مکمل شائع کر دی گئی ہے۔ ۲۵۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) ارشاد باری ہے: سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ (یسین ۵۸)

حضرت ابن عباسؓ مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو (بفلسفہ) خود سلامتی کی دعاء فرماتا ہے پھر آپؓ یہ آیت تفسیر کے طور پر پیش کرتے ہیں جیسے: تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ

سَلَامٌ (احزاب ۴۴) ۲۶

(۲) ارشاد ہے: وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (معارج/۱۰)

مذکورہ آیت کے ضمن میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور آپس میں تعارف بھی کریں گے لیکن حالت یہ ہوگی کہ کوئی کسی سے نہیں پوچھے گا سب کو اپنی اپنی فکر ہوگی آپؓ اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں، ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشُوا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ (لقمان/۳۳)

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جَمْلِهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (فاطر/۱۸)

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (المؤمنون/۱۰۱)

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ عَنِ الْغَيْرِ (عبس: ۳۳ تا ۳۷) ۲۷۔

تفسیر القرآن دور تابعین میں:

دور صحابہؓ کے اختتام کے بعد تابعین کے دور کا آغاز ہوا، اور مفسرین صحابہؓ نے مدینہ سے نکل کر دوسرے علاقوں میں بود و باش اختیار کی، یہ لوگ جہاں بھی گئے، رسولؐ سے حاصل شدہ علم و فضل اور تعلیم و تزکیہ ساتھ لیتے گئے۔ لہذا بکثرت تابعینؓ نے ان کی ہم نشینی سے فائدہ اٹھایا، اور ان سے علم حاصل کر کے دوسروں تک پہنچایا۔

مذہب تفسیر:

چنانچہ ان مقامات پہ علمی مدارس قائم ہو گئے، جن کے اساتذہ صحابہ کرامؓ اور تلامذہ تابعین عظامؓ تھے، ان مدارس میں سے بعض نے کافی شہرت حاصل کی، اور ان سے فراغت پانے والے تلامذہ نے تفسیر کے سلسلہ میں قابل قدر علمی اضافے کئے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی سربراہی میں ایک مدرسہ مکہ مکرمہ میں قائم ہوا، جس کے مشہور

شاگردوں میں حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ مولیٰ بن عباسؓ، طاؤس بن کیسان الیمانی، اور عطاء بن ابی رباح وغیرہم ہیں۔

(۲) دوسرے مدرسہ کی بنیاد کا سہرا حضرت ابی بن کعبؓ کے سر ہے، یہ مدرسہ مدینہ الرسولؐ میں قائم ہوا تھا، اس مدرسہ کے مشہور طالب علموں میں حضرت ابوالعالیہؓ، محمد بن کعب القرظیؓ (۱۱۸ھ) اور حضرت زید بن اسلمؓ (۱۳۶ھ) وغیرہم ہیں۔

(۳) تیسرا مدرسہ عراق میں قائم ہوا، جس کے بانی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے، عراقی مکتب فکر کے حاملین میں، حضرت علقمہ بن قیسؓ (۶۲ھ) مسروق بن اجدعؓ، اسود بن یزیدؓ (۷۵ھ) مرہ ہمدانیؓ (۷۶ھ) عامر شعیؓ (۱۰۹ھ) حسن بصریؓ (۱۱۰ھ) قتادہ بن دعامہ سدوسیؓ (۱۱۷ھ) نے شہرت پائی۔ ۲۸

مذکورہ بالا مفسرین قرآن میں سے چند کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے، نیز تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں۔

حضرت مسروقؓ کا تعارف:

حضرت مسروق بن اجدع بن مالک کو فی ہیں، آپ نے حضرت ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ اور دیگر صحابہؓ سے علمی فائدہ حاصل کیا، آپ ابن مسعودؓ کے جلیل القدر شاگرد ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کا طریق تفسیر یہ تھا کہ ایک سورہ کی خود ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور پھر اس کی تشریح میں احادیث رسولؐ بیان فرماتے، اور پھر سارا دن اس کی تفسیر کرتے تھے۔

آپ نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ابی بن کعبؓ سے بھی روایت کی ہے، فقہ میں بھی آپ کا بلند مقام ہے، ابن حبانؓ نے آپ کو ثقہ رواۃ و رجال میں شمار کیا ہے، صحاح ستہ کے جامعین نے آپؓ سے بالاتفاق حدیثیں روایت کی ہیں، مشہور محدث حضرت شعبہؓ نے ابواسحاق کا قول نقل کیا ہے کہ مسروق حج کو گئے، تو یہ کیفیت تھی کہ سوتے بھی سجدہ کی حالت میں تھے، آپ کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی۔ ۲۹

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ارشاد ہے: لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلَ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (نساء/۱۲۳)

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ جب مذکورہ آیت کے بارے میں اہل کتاب نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ ہم اور تم برابر ہیں یعنی جو جیسا عمل کرے گا ویسا ہی بدلہ ملے گا پھر اللہ تعالیٰ نے خود اس آیت کی تفسیر و تخصیص یوں بیان فرمائی کہ مطلق اعمال مراد نہیں بلکہ مومن ہونا شرط ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۝ (نساء/۱۲۴، ۱۲۵) ۳۰۔

حضرت ابوالعالیہ کا تعارف:

اسم گرامی رفیع بن مہران البصری، آپ نے قبل از اسلام کا زمانہ بھی دیکھا، رسول اللہ کے وصال کے بعد دو سال بعد اسلام قبول کیا، حضرت صدیق اکبر کے ہاں باریاب ہوئے، اجلہ صحابہ علیؑ، ابن مسعودؓ، ابو موسیٰؓ، ابن عباسؓ، عائشہؓ سے شرف تلمذ حاصل ہے، حضرت عمر فاروقؓ سے قرآن کریم تین دفعہ پڑھا اور قرآن کی تفسیر، حضرت ابی بن کعبؓ سے پڑھی ہے۔ حضرت قتادہؓ نے کہا: میں نے قرآن ابوالعالیہ سے پڑھا ہے، دور صحابہ میں علمی شان اس قدر رفیع تھی کہ ابوالعالیہ کہتے ہیں: ”مجھے ابن عباسؓ اپنے پاس تخت پر بٹھایا کرتے تھے حالانکہ قریش نیچے بیٹھے ہوا کرتے تھے۔“

ابوبکر بن داؤد نے کہا ہے، کہ صحابہ کرام کے بعد تفسیر قرآن جاننے والا ابوالعالیہ سے بہتر کوئی نہیں، آپ کی دیانت اور عدل پر صحاح ستہ کا اتفاق ہے، ابوالعالیہ نے قرآن کریم کی تفسیر مرتب کی، جو ابی بن کعبؓ کی تفسیر سے مستفاد ہے تفسیر کا یہ نسخہ حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنے مسند میں نقل فرمایا ہے، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ، اور امام حاکمؒ نے بھی اس نسخہ سے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں، آپ کی وفات ۹۰ھ/۹۲ھ/۹۳ھ، تین قول ہیں، ابن حجر نے ۹۳ھ میں ہوا صحیح

فرمایا ہے۔ ۳۱۔

تفسیر الایات بالآیات کی مثالیں:

(۱) ارشاد باری ہے: فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرہ ۳۷/)

اس آیت کے بارے میں ابوالعالیہ فرماتے ہیں جب آدم کو جنت میں خطا لاحق ہوئی تو فوراً اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے کچھ کلمات القاء کئے جو درج ذیل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف/۲۳) ۳۲۔

(۲) اللہ عزوجل کا فرمان ہے: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبَعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ/۳۸)

مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ جو بھی آدمی رسولوں کی دعوت کو قبول کر لے پھر دنیاوی امور کے بمقابلہ اخروی معاملات میں اپنے کو پیش پیش رکھے وہ کامیاب ہوگا اس ضمن میں انہوں نے یہ آیت تفسیر کے طور پر پیش کی ہے۔ فرمان الہی ہے:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى (طہ/۱۲۳)

(۳) ارشاد باری ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ (البقرہ/۲۶)

اس آیت کی تفسیر میں ابوالعالیہ سورہ مدثر کی آیت کا حوالے دیتے ہیں:

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ

يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر/۳۱) ۳۳۔

حضرت مجاہدؒ کا تعارف:

حضرت مجاہدؒ بن جبیر مکہ مکرمہ میں حضرت عمرؓ کے دور میں (۲۱ھ) میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر قرآن حاصل کی، آپ کے متعلق آپ کے شاگرد فضل بن میمون روایت کرتے ہیں کہ میں نے مجاہدؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابن عباسؓ کو تیس مرتبہ قرآن سنایا۔ ۳۴۔

خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تین مرتبہ ابن عباسؓ کو قرآن سنایا، ہر آیت پر ٹھہر کر دریافت کرتا کہ یہ کیسے اور کہاں نازل ہوئی۔ ۳۵۔

ایک روایت میں تیس دفعہ اور دوسری میں تین بار کا ذکر ہے، ان دونوں میں تطبیق اس طرح سے دی جاسکتی ہے کہ حفظ و تجوید کے لئے تو تیس دفعہ پڑھا، مگر تفسیر کے لیے تین بار پڑھا۔

چنانچہ ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ مجاہدؒ ابن عباسؓ سے قرآن کی تفسیر پوچھا کرتے تھے، اور ابن عباسؓ آپ کو پڑھایا کرتے تھے، حتیٰ کہ مجاہدؒ نے اپنی تختیوں پر ساری تفسیر رقم کر لی۔ ۳۶۔ آپ سے ایک تفسیر منسوب ہے، جو کتب خانہ خدیوہ مصر میں موجود ہے۔ ۳۷۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں آپ کے کئی اقوال تفسیر نقل فرمائے ہیں، اور مکہ مکرمہ میں (۱۰۴ھ) میں بحالت سجدہ انتقال کیا۔ ۳۸۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) ارشاد ربانی ہے: وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (العنکبوت/۱۳)

حضرت مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر دوسری آیت سے یوں فرماتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ (النحل/۲۵) ۹۔

(۲) قرآن کریم میں آیا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (الفاطر/۱۸)

حضرت مجاہد بن جبرؓ مذکورہ آیت کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں ارشاد ہے: وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (انعام: ۱۶۴)۔ ۴۰۔

(۳) اللہ عز وجل فرماتا ہے: وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (المعارج/۹)

حضرت مجاہد اس آیت کی تفسیر میں یہ آیت پیش کرتے ہیں ارشاد ربانی ہے: وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (القارعہ/۵)۔ ۴۱۔

تفسیر القرآن تبع تابعین کے دور میں:

تبع تابعین کا عہد، خاندان بنو امیہ کی خلافت کے اواخر سے شروع ہوتا ہے اور خلافت عباسیہ کے اوائل تک پھیلا ہوا ہے، اس عہد کے مشہور تفاسیر حسب ذیل ہیں۔

تفسیر شعبہ بن حجاج (۱۶۰ھ) تفسیر سفیان بن سعید الثوری (۱۶۱ھ) تفسیر وکیع بن جراح (۱۹۷ھ)

تفسیر سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) تفسیر یزید بن ہارون (۲۰۶ھ) تفسیر اسحاق بن راہویہ (۲۳۸ھ)

تابعین کی تفاسیر کی طرح ان حضرات کی تفاسیر بھی حوادث دہر سے محفوظ نہیں رہیں، خوش نصیبی سے امام سفیان ثوری کی تفسیر کے کچھ اجزاء کتب خانہ رام پور میں محفوظ ہیں۔ ۴۲۔

ان تمام حضرات نے تفسیر کے اس اصول کو پیش نظر رکھا کہ قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن مجید کے ذریعہ کی جائے، اور اگر قرآن میں نہ ملے تو حدیث کے ذریعہ کی جائے، اگر حدیث میں نہ ملے تو اجماع و قیاس سے تفسیر کی جائے۔

اگرچہ تفسیر سفیان ثوری میں حدیث سے کلام پاک کی تفسیر کا التزام پایا جاتا ہے، تاہم انہوں نے حتی الوسع قرآن کریم ہی سے تفسیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ۴۳۔

دور تابعین کے چند نامور مفسرین کا مختصر تذکرہ مع امثال تفسیر الآیات بالآیات کے درج

ذیل کیا جاتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ کا تعارف:

ابو محمد سفیان ابن عیینہ الہمدانی، آپ کوفہ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، بلکہ اپنے زمانہ کے امام شمار کئے جاتے تھے، امام زہری اور دوسرے اعیان وقت سے علم حدیث، فقہ اور تفسیر حاصل کی، امام شافعی نے فرمایا ہے، کہ اگر حجاز میں امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے، تو حجاز کا علم دنیا میں باقی نہ رہتا، آپ بلند پایہ مفسر تھے، آپ کی وفات (۱۹۸ھ) میں ہوئی۔ ۴۴۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) قرآن مجید میں آیا ہے: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (النشراح: ۵)

سفیان بن عیینہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مومن کے لیے دو اچھائیاں انتظار میں رہتی ہیں غازی بنے یا شہادت پائے اس طرح مذکورہ آیت کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمائی۔ ارشاد باری ہے: هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيْنِ (التوبہ/۵۲)۔ ۴۵۔

(۲) ارشاد ہے: ذَلِكَ أَذْنَىٰ الْأَتَعُولُوا: (نساء: ۳) سفیان بن عیینہ مذکورہ آیت کا مطلب الّا تفقروا بتاتے ہیں پھر اسکی توضیح میں یہ آیت پیش کرتے ہیں: ارشاد ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً: (توبہ/۲۸)

۴۶۔

مسلم بن قتیبہ کا تعارف:

ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ، مامون کی خلافت کے آخری آیام میں ۲۱۳ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے، اپنے زمانے کے مشہور علماء خود اپنے والد مسلم بن راہویہ یحییٰ بن اکثم اور دوسرے علماء سے اکتساب علم کیا اپنے زمانے کے ان علماء میں شمار ہوئے جن کا قلم ہر موضوع پر چلتا رہا، آپ کی تصانیف کی تعداد متنوع موضوعات پر ۴۷ بیان کی گئی ہیں، جن میں سے معانی القرآن، تفسیر غریب القرآن، تاویل مشکلات القرآن، پہلی بار ۱۳۷۸ھ-۱۹۵۸ء میں مصر سے شائع ہوئی اور غریب القرآن پہلی بار ۱۳۷۸ھ-۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی، آپ کی وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی۔ ۴۷۔

تفسیر آیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) ارشاد ہے: فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (المومن/۴)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں کافروں کی مصروفیات صرف تجارت اور اکتساب کے لیے ہوتی ہے اس لیے آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کی چلت پھرت آپ کو مغموم نہ کریں یہ صرف چند دن کے لیے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر اس کی وضاحت فرمائی۔
لَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ
(آل عمران/۱۹۶-۱۹۷) ۴۸۔

(۲) ارشاد ہے: إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (کوثر/۳)

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ قریش کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا تو مذکورہ آیت کی تفصیل میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
(انشراح/۴) ۴۹۔

(۳) ارشاد ہے: فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ: (ماعون/۲) ابن قتیبہ مذکورہ آیت کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے پھر تفسیر میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ يَوْمَ يَدْعُوكَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً: (طور/۱۳) - ۵۰۔ یہی مضمون قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے کہ یتیم کو دھکے دینا گویا خود کو جہنم میں گرانے کے مترادف ہے جیسے سورہ بلد میں آیا ہے: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ، فَكُ رَقَبَةً، أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ، يَتِيماً ذَا مَقْرَبَةٍ، أَوْ مَسْكِيناً ذَا مَتْرَبَةٍ (۱۲ تا ۱۶)

تفسیر القرآن تبع تابعین کے بعد کے ادوار میں:

تیسری صدی ہجری میں تدوین کتب کا عام رواج ہو گیا، اسی عہد میں صحاح ستہ لکھی گئیں، جس میں ایک باب ”کتاب التفسیر“ ہوتا تھا، جو تفسیری روایات پر مشتمل ہوتا تھا، یہ دور اموی خلافت کے اواخر سے لے کر خلافت عباسیہ کے اوائل تک پھیلا ہوا ہے، عصر تدوین سے پہلے تفسیری روایات احادیث نبویہ کے ساتھ محفوظ تھیں۔

اب اس مقام پر پہنچ کر علم تفسیر، احادیث سے علیحدہ ایک فن کی شکل میں ابھر کر سامنے آیا، اور قرآنی ترتیب کے مطابق ایک ایک آیت اور سورت کی تفسیر لکھی جانے لگی۔

اس طرح تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری میں مکمل، قرآن کریم کی تفسیریں لکھی جانے لگیں۔

اس دور کی چند اہم تفاسیر درج ذیل ہیں۔

- | | |
|---------------------------------|------------------------------|
| (۱) تفسیر ابن جریر طبریؒ (۳۱۰ھ) | (۲) تفسیر ابن المنذرؒ (۳۱۸ھ) |
| (۳) تفسیر ابن ابی حاتمؒ (۳۲۷ھ) | (۴) تفسیر ابن حبانؒ (۳۲۹ھ) |
| (۵) تفسیر امام حاکمؒ (۳۹۵ھ) | |

اس دور کی تفاسیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ تفسیر بالماثور کی حدود میں رہتے ہوئے قرآن، حدیث، اقوال صحابہ و تابعین ہی کی روشنی میں لکھی گئیں، مگر ان میں ایک تبدیلی یہ آئی کہ پہلے کی طرح اسناد کی شرط باقی نہ رہی، نتیجہ یہ نکلا کہ بلا سند تفسیری اقوال نقل کرنے سے بہت سی من گھڑت باتیں تفسیر میں شامل ہو گئیں اور ان میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔ ۵۱۔

چند مفسرین کا مختصر تذکرہ مع امثال تفسیر الآیات بالآیات کے درج ذیل ہیں۔

ابن جریر طبریؒ کا تعارف:

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری، آپ قصبہ آکل طبرستان میں ۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے، طلب علم میں مصر شام و عراق کا سفر اختیار کیا، سلیمان بن عبد الرحمن سے قرآن حکیم پڑھا، محمد بن عبد الملک اور اسحاق بن ابی اسماعیل جیسے جلیل القدر علماء سے علوم حاصل کئے، سب سے پہلے قرآن کریم کی جامع تفسیر رقم فرمائی اور اپنی سند ابن عباسؓ تک مسلسل پہنچاتے، آپ کی تفسیر کو آج تک مقام اولیت حاصل ہے اور آپ نے اپنی تفسیر میں تابعین و تبع تابعین کے اکثر اقوال نقل کیے ہیں اور تمام تفسیری روایات کو جمع کر دیا ہے اور ان پر جرح و تعدیل کا کام دوسروں کے لئے چھوڑ دیا ہے، گرچہ آپ بعض اقوال کو کہیں کہیں راجح اور بعض کو مرجوح بھی قرار دیتے ہیں، آپ کی

وفات (۳۱۰ھ) میں ہوئی۔ ۵۲۔

علامہ ابن جریر کی تفسیر کا نام ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“ ہے، مگر مشہور تفسیر طبری پہلی دفعہ مصر کے مطبع میمنہ سے ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۱ء سے شائع ہوئی، یہ مطبوعہ نسخہ اس قلمی نسخے کے مطابق ہے، جو امراء نجد آل رشید کے خزانہ میں محفوظ ہے۔ ۵۳۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (البقرہ/۴)

ابن جریر فرماتے ہیں ”الآخرہ“ یہ گھر کی صفت ہے اللہ جل ثناءہ نے اس کی توضیح خود فرمائی ہے: وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ (العنکبوت/۶۴) ۵۴۔

(۲) اللہ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ (البقرہ/۲۶)

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں ”بہ“ میں ”ہ“ کا مرجع مثل ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کی توضیح میں فرمائی۔ وَلَيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ (مدثر/۳۱) ۵۵۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (البقرہ/۲۷)

ابن جریر اس قول باری کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رشتوں کو جوڑنے کی ترغیب دی ہے توڑنے کی مذمت فرمائی جس کی مزید توضیح اس آیت میں ہوئی۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطُّوا أَرْحَامَكُمْ (محمد/۲۲) ۵۶۔

(۴) اللہ عز وجل شانہ فرماتا ہے: وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا

تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ ۳۰)

ابن جریر اس قول باری کی تاویل میں لکھتے ہیں ”بِحَمْدِكَ“ یعنی حمد و شکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا جس کی مزید تشریح درج ذیل آیات کرتی ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (نصر ۳) دوسری جگہ: وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (الشوریٰ ۵/۵۷)۔

ابن المندر کا تعارف:

امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المندر النیشابوری، آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کر لی، محمد بن میمون، محمد بن اسماعیل الصانغ جیسے اجلہ علماء سے حدیث سنی، آپ اپنے زمانے کے امام مجتہد مشہور ہوئے، آپ کے شاگردوں میں سے ابو بکر بن المقری جیسے جلیل القدر علمائے اسلام ہیں، آپ ابن المندر کے نام سے مشہور و معروف ہیں، آپ نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی، آپ کی وفات (۳۱۸ھ) میں ہوئی ۵۸ھ

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةً طَعَامُ مِسْكِينٍ (البقرہ ۱۸۴)

ابن منذر کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا ہی بہتر ہے جس کی تائید آگے اسی آیت میں ہیں جیسے۔

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ ۱۸۴)

پھر موصوف نے عمر رسیدہ بوڑھے کا استثناء فرمایا جو بوڑھا روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس

کے لیے فدیہ ہی ہوگا۔ ۵۹۔

ابن ابی حاتم کا تعارف:

اسم گرامی عبد الرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس ابو محمد الرازی التیمی الحظلی، قصبہ ”ری“ میں پیدا ہوئے، حجاز مصر، شام، عراق کے علماء اور مشائخ سے علم حاصل کیا، اپنے زمانہ کے بہت بڑے زاہد اور صوفی تھے، آپ کا شمار ابدال زمانہ میں ہوتا تھا، آپ کی تصانیف میں سے قرآن حکیم کی تفسیر بھی ہے، جو حسب بیان امام سیوطی کے بارہ جلدوں میں ہے، اور امام سیوطی نے اس کا خلاصہ اپنی

تفسیر میں بیان کیا ہے، امام سبکی نے اس تفسیر کو چار جلدوں میں بیان کیا ہے، یہ تفسیر آثار مسندہ پر مشتمل ہے، اور مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

آپ کی کتاب جرح و تعدیل میں معیاری کتاب ہے، اس کے علاوہ فرقہ جہمیہ کے رد میں بھی آپ کی ایک مدلل کتاب ہے، آپ کی وفات (۳۲۷ھ) میں ہوئی۔ ۶۰۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

(۱) ارشاد ہے: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (فاتحہ/۷)

ابی ابن حاتم لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے خود ان آیات میں فرمائی ہے۔ فَبَاؤُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ (البقرہ/۹۰)

دوسری جگہ بھی بنی اسرائیل سے خطاب ہوا جیسے: قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ (مائدہ/۶۰) ۶۱۔

تفسیر القرآن چوتھی صدی ہجری کے بعد:

یہ تفسیر کا طویل ترین تاریخی دور ہے، جو خلافت عباسیہ سے شروع ہو کر عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے، اس دور میں روایت کے ساتھ درایت کا بھی استعمال ہونے لگا اور نقل و عقل میں رفتہ رفتہ آمیزش کی ابتداء ہوئی، اس لیے منقولی کے علاوہ معقولی تفاسیر بھی وجود میں آئیں۔

اس دور کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت کے حالات کو دھیان میں رکھا جائے، جب فلسفہ کو فروغ ملا، خاص طور پر منطق و فلسفے کی کتابوں کا حکومت کی سرپرستی میں یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ ہوا، جن کے اثرات سے مختلف عقائد و نظریات ابھرے اور نئے نئے فرقے وجود میں آئے، علم الکلام نیز مختلف مکاتب فکر، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری وغیرہ کا ظہور ہوا، اور صرف و نحو اور عربیت سے متعلق علوم کی تدوین کی گئی، قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ

تصانیف و تفاسیر جیسے ادبی، لغوی، نحوی، فقہی، تاریخی اور کلامی وغیرہ قلمبند ہوئیں۔ ۶۲۔

اس اعتبار سے قطعی طور پر یہ یقین کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن کی تفسیر میں کل کتنے رجحانات پیدا ہوئے، اس لئے کہ جب تک انسانی ذہن کام کرتا رہے گا، نئے رجحانات و مناہج پیدا ہوتے رہیں گے، جب تک انسان روئے زمین پر موجود ہے، اور قرآن کے ماننے والے موجود ہیں، وہ قرآن مجید کے نئے نئے مطالب و معانی پر غور کرتے رہیں گے، اور یوں علم تفسیر کے نئے اسالیب، نئے نئے مناہج اور نئے نئے رجحانات سامنے آتے رہیں گے۔

اس حوالے سے ایک قول کا بیان کرنا ضروری ہے: قال ابن مسعود من أراد علم الأولین والآخرین فليثور۔ ۶۳۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص اولین اور آخرین کے علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو اسکو بحث و مباحث کرنا چاہئے۔

اس طرح چوتھی صدی ہجری کے بعد (یعنی پانچویں صدی ہجری میں) علوم اسلامیہ کی تاریخ کا مجتہدانہ دور ختم ہو گیا، تقلید کا رواج عام ہو گیا، جو تفسیر میں بھی پوری طرح سرایت کر گیا، ہر شخص جو تفسیر کے لئے قدم اٹھاتا تھا، کسی پیش رو کو اپنے سامنے رکھ لیتا تھا اور پھر آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہتا۔ ۶۴۔

اس دور میں قرآن کریم کی بہت سی تفسیریں سامنے آئی ہیں، اور ہر مفسر نے اپنا منہج اسلاف کی تفسیر کو بنایا ہے، اور اسی کی روشنی میں اپنی تفسیر لکھی ہے اور قرآنی علوم کو بیان کیا ہے، ابن ابی الدنیا نے کتنی سچی بات لکھی ہے ”علوم القرآن ما يستنبطه منه بحر لا ساحل له“۔ ۶۵۔ (قرآنی علوم اور اس سے مستنبط احکام و مسائل بحرنا پیدا کنار ہیں)۔

اس کے بعد تفسیر میں فنی طریقہ (یعنی ایک منہج پر ایک مکمل تفسیر کا) رائج ہوا، لیکن پھر بھی ہر زمانے میں فہم قرآن کے تفسیر القرآن بالقرآن اصول ہی نمایاں نظر آ رہے ہیں، کیونکہ تفسیر القرآن کا سب سے بنیادی اور اہم ترین اصول یہی ہے، اس رجحان کی نمائندگی کرنے والے چند مفسرین اور انکی تفسیروں کا مختصر تذکرہ عہد بہ عہد سطور ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

- پانچویں صدی: اسماعیل بن عبد الرحمنؒ (۴۴۹ھ) تفسیر صابونی:
- محمد ابن الحسین الطوسیؒ (۴۶۰ھ) التبیان فی تفسیر القرآن
- ابوالقاسم عبدالکریمؒ (۴۶۵ھ) التیسیر
- چھٹی صدی: محمد غزالیؒ (۵۰۵ھ) یا قوت التاویل
- ابو محمد فرّاء بغویؒ (۵۱۶ھ) معالم التنزیل
- اسماعیل طلمی قرشیؒ (۵۳۵ھ) موضح فی التفسیر
- عالی بن ابراہیم غزنویؒ (۵۳۷ھ) تفسیر التفسیر
- ابن جوزیؒ (۵۹۷ھ) المغنی، زاد المیسرة
- ساتویں صدی: علی بن احمد بن الحسن (مشہور بہ حمالی) (۶۳۷ھ) مفتاح اللب المحقق علی فہم القرآن المنزل
- عبدالرزاقؒ (۶۶۱ھ) مطلع انوار التنزیل
- ابوعبداللہ محمد بن احمدؒ (۶۷۱ھ) جامع احکام القرآن
- آٹھویں صدی: امام ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)
- علی بن محمد حلبیؒ (۷۷۱ھ) التاویل لمعالم التنزیل
- ابو حیانؒ (۷۷۵ھ) البحر المحیط
- ابن القیمؒ (۷۷۵ھ) التبیان
- اسماعیل بن عمر القیسسی مشہور بہ ابن کثیرؒ (۷۷۷ھ) تفسیر القرآن العظیم
- نویں صدی: مجد الدین فیروز آبادیؒ (۸۱۷ھ) لطائف ذوی التتمیز
- شیخ علی بن احمد مہامیؒ (۸۳۵ھ) تبصیر الرحمن وتیسیر المنان
- علامہ برہان الدین عمر البقاعیؒ (۸۸۵ھ) نظم الدرر فی تناسب الآیۃ والصور
- مُعین الدین محمد بن عبد الرحمنؒ (۸۹۴ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن
- دسویں صدی: شیخ حسین بن خالد ناگوریؒ (۹۰۱ھ) تفسیر نور النبیؐ

| | | |
|--|---------|---|
| امام جلال الدین السیوطیؒ | (۹۱۱ھ) | درمنثور، تفسیر جلالین |
| حاجی عبدالوہاب بخاریؒ | (۹۳۳ھ) | تفسیر القرآن |
| گیارویں صدی: شیخ مبارک بن خضرؒ | (۱۰۰۱ھ) | تفسیر منبع نفائس العیون |
| شیخ منور بن عبدالحمیدؒ | (۱۰۱۱ھ) | تفسیر الدر المنظم |
| شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھیؒ | (۱۰۳۱ھ) | انوار الاسرار |
| بارویں صدی: الشیخ اسماعیل حقی البرہوسویؒ (۱۱۳۷ھ) | | تنویر الاذہان من تفسیر روح البیان |
| شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ | (۱۱۴۱ھ) | قرآن القرآن بالبیان |
| شاہ ولی اللہ دہلویؒ | (۱۱۷۶ھ) | تفسیر فتح الرحمن |
| رستم علی قنوجیؒ | (۱۱۷۸ھ) | تفسیر صغیر |
| تیسویں صدی: شاہ عبدالقادر دہلویؒ | (۱۲۰۵ھ) | مواضح القرآن |
| قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ | (۱۲۲۵ھ) | تفسیر مظہری |
| مفتی ولی اللہ فرخ آبادیؒ | (۱۲۴۹ھ) | تفسیر نظم الجواہر |
| جان محمد لاہوریؒ | (۱۲۶۸ھ) | زبدۃ التفاسیر |
| چودھویں صدی: نواب صدیق حسن خان قنوجی (۱۳۰۷ھ) | | فتح البیان |
| علامہ محمد جمال الدین القاسمیؒ | (۱۳۳۲ھ) | محاسن التاویل / المعروف / تفسیر القاسمی |
| عبدالحق حقانیؒ | (۱۳۳۵ھ) | تفسیر فتح المنان |
| سید امیر علیؒ | (۱۳۳۷ھ) | تفسیر مواہب الرحمن |
| علامہ حمید الدین فراہیؒ | (۱۳۴۹ھ) | تفسیر نظام القرآن |
| سید انور شاہ کشمیریؒ | (۱۳۵۲ھ) | مشکلات القرآن |
| مولانا عاشق الہی میرٹھیؒ | (۱۳۶۰ھ) | تفسیر میرٹھی |
| مولانا اشرف علی تھانویؒ | (۱۳۶۲ھ) | تفسیر بیان القرآن |

| | | |
|---|---------|-----------------|
| مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ | (۱۳۶۷ھ) | تفسیر ثنائی |
| علامہ شبیر احمد عثمانیؒ | (۱۳۶۹ھ) | تفسیر عثمانی |
| محمد امین شفقیطی | (۱۳۹۷ھ) | أضواء البیان |
| علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ | (۱۳۹۹ھ) | تفہیم القرآن |
| پندرہویں صدی: مولانا سید صفدر حسین نجفی (۱۴۱۰ھ) | | تفسیر نمونہ |
| پیر کرم شاہ الازہریؒ | (۱۴۱۸ھ) | ضیاء القرآن |
| مولانا امین احسن اصلاحیؒ | (۱۴۱۸ھ) | تفسیر تدبر قرآن |
| ڈاکٹر اسرار احمدؒ | (۱۴۳۲ھ) | بیان القرآن |

پانچویں صدی ہجری سے عصر حاضر تک کی چند تفسیر القرآن بالقرآن والی تفاسیر کا مختصر جائزہ مع مثالیں

ابو جعفر طوسیؒ کا تعارف

محمد ابن الحسین بن علی ابو جعفر طوسیؒ، آپ نے قرآن کی مجید کی ایک تفسیر ”التبیان فی تفسیر القرآن“ کے نام سے لکھی ہے جو دس جلدوں میں ہے۔ آپ کی وفات ۴۶۰ھ کوفہ میں ہوئی اس تفسیر کا خلاصہ طوسی کے نواسے ابن ادریس حلبی ۵۷۸ھ نے کیا ہے۔ ۶۶۔

تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کو اپناتے ہوئے اس تفسیر سے چند تفسیری مثالیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

- (۱) اللہ کا فرمان ہے کہ: النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ (البروج/۵)
- علامہ طوسی لکھتے ہیں کہ ”وقود“ سے مراد انسانوں کے بدن، اور جسم ہیں پھر اس کی تفسیر میں دوسری آیات پیش فرماتے ہیں۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (البقرہ/۲۴) وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم/۶) ۶۷۔

- (۲) اللہ کا ارشاد ہے: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ: (مسد/۱)

علامہ طوسی لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت کا مفہوم دعائیہ ہے اور تائید میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں جیسے۔ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ: (توبہ ۳۰)۔ ۶۸۔

(۳) اللہ کا ارشاد ہے کہ: وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۚ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ (انفطار: ۱۷-۱۸)

ابو جعفر طوسی فرماتے ہیں کہ سوالیہ انداز سے یوم جزاء کی تعظیم ہو رہی ہے لہذا آیات مذکورہ کی تفسیر و تشریح آگے والی آیت میں موجود ہے جیسے: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا (انفطار/ ۱۹)۔ ۶۹۔
امام بغوی کا تعارف:

شیخ الامام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی کی ولادت (۴۳۳ھ) میں ہوئی آپ ان علماء میں سے تھے جن کو کتاب اللہ اور حدیث رسول پر کامل عبور تھا، آپ بڑے عابد اور شب گزار تھے عمر بھر صرف خشک روٹی کھائی احباب اور شاگردوں کے اصرار پر زیتون تیل کے ساتھ کھانا شروع کیا حدیث کی وہ کتاب جس کو عالم اسلام میں بہت مقبولیت حاصل ہے مشکوٰۃ کا جوہر المصابیح ان ہی کی جمع کردہ ہے قرآن کریم کی ایک تفسیر ”معالم التنزیل“ نام سے تصنیف فرمائی جو تفسیر بغوی کے نام سے مشہور ہے اس کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس میں ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کرنے کی محمود سعی کی گئی ہے امام بغوی نے اپنی تفسیری سند باقاعدگی سے منضبط فرما کر نقل کر دی ہے جیسے بغوی عن ابو اسحق عن محمد بن عبد اللہ عن احمد بن محمد عن عثمان بن سعید عن عبد اللہ بن صالح عن معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن عبد اللہ بن عباس۔ ۶۸ھ

امام بغوی کی تفسیر ان تفاسیر کا مجموعہ ہے جو تابعین، صحابہ کی وساطت سے صاحب وحی تک پہنچ سکتی ہے، آپ کی تفسیر مطبوعہ ہے اور عام طور پر ملتی ہے، تفسیر بغوی کا خلاصہ تاج الدین ابونصر نے ۸۷۵ھ میں کیا، اب دارالعلوم دیوبند کا ایک ادارہ اس کا اردو ترجمہ شائع کر رہا ہے، آپ کی وفات مروود میں شوال ۵۱۶ھ میں ہوئی۔ ۷۰۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی تفسیر سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ نے ایک آیت کی تفسیر دیگر آیات سے کی ہے:

(۱) اللہ کا ارشاد ہے کہ: فَاسْعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ جمعہ/۹)

امام بغوی مذکورہ آیت کے بارے میں لکھتے ہیں ”سعی“ سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ فعل و عمل مراد ہے اور دوسری مقامات پر قرآن نے اس کی توضیح فرمائی ہے: وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ (البقرہ/۲۰۵) إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ (اللیل: ۴) ۱۔

(۲) ارشاد باری ہے: وَمَا أَدْرَاكَ مَا كَيْدُ الْقَدَرِ (القدر/۲)

امام بغوی فرماتے ہیں کہ یہ رات احکام و امور کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ تقدیر کا تعین کرتا ہے پھر دوسری جگہ اس کی مزید تشریح فرمائی ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (الدخان/۴) ۲۔

(۳) فرمان الہی ہے: نَزَّلُ الْمَلَائِكَةَ وَالرُّوحَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ (القدر/۴)

امام بغوی فرماتے ہیں کہ ملائکہ تمام خیر و برکت کے علاوہ ان کی حفاظت کے لیے اترتے ہیں قرآن نے اس کی توجیہ خود فرمائی ہے: يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (رعد/۱۱) (فرشتے اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں) ۳۔

امام قرطبی کا تعارف:

محمد بن احمد بن ابوبکر بن فرح، انصاری، خزر جی، اندلسی، قرطبی، آپ قرطبہ کے عظیم مفسر تھے، قرآن کریم کے ساتھ دلی لگاؤ بلکہ عشق تھا دیگر علوم میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، آپ نے قرآن کریم کی ایک تفسیر ”الجامع لاحکام القرآن“ کے نام سے رقم فرمائی یہ تفسیر مصر سے بارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور بیس اجزاء میں بیروت و لبنان سے شائع ہوئی ہے، موصوف نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اکثر اوقات صرف ایک ہی کپڑے میں چلا پھرا کرتے تھے، شوال ۶۷۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور مینہ بن نصیف کے قبرستان میں آپ مدفون ہیں ۴۔

تفسیر آیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں آپ کی تفسیر سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ نے ایک آیت کی تفسیر دیگر آیات سے کی ہے۔

(۱) ارشاد ہے: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (فاتحہ/۷)

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں کہ ”ضل اللبن فی الماء“ پانی میں دودھ کا مل جانا مطلب گل جانا، پھر آپ اس کی تفسیر میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَتَيْنَا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ (السجده/۱۰) ۷۵۔

(۲) ارشاد ہے: الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (البقرہ/۱۳۶)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ وہ لوگ ضد کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر آپ اس آیت کی تفسیر میں یہ آیات بیان فرماتے ہیں۔ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ (النمل/۱۴)

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ (البقرہ/۸۹) ۷۶۔

ابو حیان کا تعارف:

محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان، لقب اشیر الدین، آپ غرناطہ میں ۶۵۴ھ میں پیدا ہوئے طلب علم کے لیے افریقہ اور دور دراز علاقوں کا سفر کیا، آپ خود فرماتے ہیں کہ ان کے اساتذہ کی تعداد چار سو پچاس ہے، سلف صالحین کے پورے مقلد اور تبع تھے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے قرآن کریم کی تفسیر ”البحر المحیط“ مشہور ہے جو پہلی دفعہ ۱۳۲۸ھ میں طبع ہوئی ہے جس میں کشاف اور ابن عطیہ سے استفادہ تو کیا ہے مگر قابل اعتراض مقامات پر زمخشری کے استدلال کی تردید کر کے صحیح توجیہات کی ہیں، اور یہ آپ کی زندگی ہی میں مقبول ہو چکی تھی موصوف کا انتقال ۲۸ صفر ۷۴۵ھ میں ہوا اور آپ قاہرہ میں مدفون ہیں۔ ۷۷۔

تفسیر الایات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی تفسیر سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ نے ایک آیت کی توضیح دوسرے آیت سے کی ہے۔

(۱) ارشاد ہے: فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (صف/۵)

ابوحیان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ”زیغ“ کو انہی کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا: نَسُوا اللَّهَ فَنَسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ (حشر/۱۹) ۷۔

(۲) ارشاد ہے: لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ (غاشیہ/۲۲-۲۳)

ابوحیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات کی تشریح دوسرے مقام پر فرمائی۔ جیسے۔
إِنَّ رَبَّكَ لِبِالْمِرْصَادِ (فجر/۱۴) یعنی اللہ تعالیٰ کفر کرنے والے اور روگردانی کرنے والوں کی گھات میں رہتا ہے۔ ۹۔

(۳) ارشاد ہے: وَجِئَءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ (فجر/۲۳) ابوحیان مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس آیت کو پیش فرماتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے کہ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ (نازعات/۳۶) ۸۰۔

مفسر فیروز آبادی کا تعارف:

مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی، شافعی، قصبہ کارزون میں ۷۲۹ھ میں ولادت ہوئی طلب علم کے لیے شیراز، عراق، واسط، بغداد اور دمشق کا سفر کیا، امام ابن القیم اور امام اتقی السبکی کی شاگردی کی، برصغیر ہندوستان میں بھی آپ کا آنا ثابت ہے علوم حدیث، تفسیر، لغت، اور ادب میں شان امامت رکھتے تھے، مراد خان سلطان رومی آپ کو روم ہی میں اشاعت علوم کے مواقع عنایت کیے، آپ کے قلم سے بخاری شریف کی ایک شرح اور ایک جامع کتاب ”کتاب اللامع اللباب“ ساٹھ جلدوں میں ہے، اسی کا خلاصہ قاموس آپ کی تصنیف ہے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے جس کا نام ”کتاب البصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز“ جو چھ جلدوں میں ہے، دوسری ”تفسیر تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس“ جو چار جلدوں میں ہے جو آپ ہی کے قلم سے

ہے اور آخر عمر میں زبید میں قاضی مقرر ہوئے تھے، زبید ہی میں ۸۱۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۸۱۔
تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں آپ کی تفسیر سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ نے ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے کی ہے۔

(۱) ارشاد ہے: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (حجرات/۲)

فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت کی توضیح یہ آیت کرتی ہے: وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (طہ/۱۰۸)۔ ۸۲۔

(۲) ارشاد ہے: إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (لقمان/۱۹)

فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت کی تفسیر یہ آیت کرتی ہے: وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (اعراف/۲۰۴)۔ ۸۳۔

جلال الدین محلیؒ کا تعارف:

جلال الدین محلی بن احمد المحلی الشافعی، ۷۹۱ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، بدر محمود وغیرہ سے کتب علوم کیا، کئی تصانیف لکھیں جن میں سے مشہور ”تفسیر جلالین“ نصف آخری ہے آپ نے سورہ کہف سے الناس تک اور پھر سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی ہے بعد میں اس تفسیر کی تکمیل امام سیوطیؒ نے فرمائی ہے، جلال الدین محلی کا انتقال ۸۶۴ھ میں ہوا۔ ۸۴۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی تفسیر سے ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اللہ کا فرمان ہے: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُلَاحِظُونَ صُورَةَ الْكَافِرِينَ وَيَئِسُّوا أَلْفَافًا وَاللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (صافات/۲۰)

جلال الدین محلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ اس آیت کی توضیح خود فرمائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ (احزاب/۶۹)۔ ۸۵۔

(۲) ارشاد ہے: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۚ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (انشراح/۲-۳)

علامہ محلی فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت کی تفصیل دوسری جگہ باری تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔

لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (فتح/۲) ۷۶۔

جلال الدین سیوطی کا تعارف:

نسب نامہ: عبدالرحمن بن الکمال ابی بکر بن محمد سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ الہمام الخفیری السیوطی۔

آپ اسیوط کے محلہ خضیرہ میں رجب ۸۴۹ھ کی ابتدائی تاریخوں میں بروز اتوار بعد از مغرب پیدا ہوئے، آپ کے والد آپ کو شیخ محمد مجذوب کی خدمت میں لے گئے اور ان سے سعادت دارین کی دعا کرائی، بچپن ہی میں آپ کے سر سے والد صاحب کا سایہ اٹھ گیا مگر آپ دینی تعلیم میں مصروف رہے آٹھ سال سے کم عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا، آپ نے طلب علم میں شام، حجاز، یمن، ہند، اور مغربی ممالک کا سفر کیا اور ہر علاقہ کے مشہور اور جید عالم سے استفادہ کیا، آپ نے سب سے زیادہ وقت تفسیر قرآن کے حاصل کرنے میں صرف کیا، اگرچہ آپ کے مشائخ اور اساتذہ کی تعداد ڈیڑھ سو ہے مگر زیادہ وقت آپ نے تفسیر قرآن ہی میں صرف فرمایا، اور آپ نے تفسیر بیضاوی شیخ الاسلام شرف الدین منادی سے اور تفسیر کشاف شیخ سیف الدین حنفی سے پڑھی، آپ نے ۸۶۶ھ میں جب کہ آپ کی عمر صرف ۱۷ سال تھی، تصنیف کا کام شروع کیا آپ نے تفسیر قرآن کریم کے سلسلے میں ایک مبسوط اور مفصل تفسیر، تفسیر بالماثور کی شکل میں مرتب فرمائی جس کا نام ”ترجمان القرآن“ رکھا مگر وہ بہت زیادہ طویل تھی اس لیے اس کا اختصار فرمایا اور اس کو ”الدر المثور فی تفسیر الماثور“ کا نام دیا، یہ تفسیر ۱۳۱۴ھ میں المطبعة المیمنہ مصر سے پہلی دفعہ شائع ہوئی اس کی چھ جلدیں ہیں اور کل صفحات ۲۲۵۱ ہیں۔

تفسیر جلالین: یہ امام جلال الدین محلی کی ہے جو نامکمل تھی اس کی تکمیل ۸۷۰ھ میں امام سیوطی

نے فرمادی۔

یہ تفسیر آج تک درس نظامی میں شامل ہے امام عبدالوہاب شعرانی نے اس کا مستقل مطالعہ تیس مرتبہ کیا، اس کتاب کے دونوں مصنف شافعی مسلک کے تھے مگر ہر فرقہ میں اس کو قبولیت حاصل رہی، چنانچہ حنفی مذہب کے امام ملا علی قاری نے اس کا حاشیہ بنام جمالیں لکھا، مالکی مذہب کے شیخ احمد صاوی نے اس کی شرح چار جلدوں میں لکھی جو ۱۲۹۵ھ میں پہلی بار طبع ہوئی۔

اگرچہ یہ تفسیر دو مصنفوں کے قلم کا نتیجہ ہے مگر اس میں اس قدر یگانگت ہے کہ ایک ہی قلم کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے یمن کے ایک عالم نے جلالین کے کلمات کو شمار کیا تو سورہ مزمل تک جلالین کے کلمات، کلمات قرآنی کے برابر نکلے، دونوں مصنف شافعی تھے اور شوافع کے ہاں بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے، مگر ان دونوں نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا، امام سیوطی نے ۹۱۱ھ میں قاہرہ میں وصال فرمایا۔ ۷۷۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی دونوں تفسیروں سے ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ارشاد ہے: **أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَّجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ** (بقرہ/۱۹)

امام سیوطی اپنی تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کی تفسیر دوسری آیت سے یوں بیان فرمائی: **يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ** (منافقون/۴)۔ ۸۸۔

(۲) ارشاد ہے: **وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ** (اخلاص/۴)

امام سیوطی درمنثور میں فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے مشابہ وہ برابر کوئی نہیں ہے جس کی نظیر یہ آیت ہے۔ **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** (شوریٰ/۱۱)۔ ۸۹۔

(۳) ارشاد ہے: **فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ** (بقرہ/۳۷)

علامہ سیوطی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں کہ آدمؑ کو جو کلمات اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائے وہ

قرآن کریم میں یوں بیان ہوئے اللہ کا ارشاد ہے: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اعراف/۲۳) ۹۰۔

ابو السعد کا تعارف:

ابو السعد محمد بن محمد بن مصطفیٰ، آپ قسطنطنیہ کے قریب قصبہ آمد میں ۸۹۶ھ میں پیدا ہوئے، حنفی علماء میں آپ کو عظیم مقام ملا تھا، آپ فقہ اور تفسیر میں ماہر سمجھے جاتے تھے اس لیے آپ کو اپنے زمانے میں خطیب المفسرین کا لقب دیا گیا تھا، عثمانی مملکت میں تیس سال تک شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز رہے، سلطان سلیم نے تخت نشینی پر اپنے عمامہ خلافت کو آپ کے ہاتھ میں مشرف کرایا، جب سلطان سلیم نے قبرص پر حملہ کیا، تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا تھا، دیگر تصانیف کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر بہ نام ”ارشاد العقل السليم الى مزايا القرآن الكريم“، لکھی جو کشاف اور بیضاوی کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے، آپ کا انتقال جماد الاول ۹۸۲ھ میں ہوا، قسطنطنیہ کی ایک سڑک کا نام شارع ابی السعد رکھا گیا۔ ۹۱۔

تفسیر الآيات بالآيات کی مثالیں:

ذیل میں آپ کی تفسیر سے ”تفسیر الآيات بالآيات“ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اللہ کا ارشاد ہے: وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا: (نبا/۹) ابو السعد مذکورہ آیت کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں (ای موتا) پھر تفسیر میں درجہ ذیل آیات کو پیش فرماتے ہیں جیسے: وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ (انعام/۶۰) دوسری جگہ فرمایا۔ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا (زمر/۴۲)۔ ۹۲۔

(۲) ارشاد ہے: وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (بقرہ/۴) ابو السعد مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس آیت کو تشریح کے طور پر پیش کرتے ہیں ارشاد ربانی ہے: قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ (بقرہ/۱۳۶)۔ ۹۳۔

ابوالفیض فیضی کا تعارف

فیضیؒ نے یہ تفسیر غیر منقوط الفاظ میں لکھی ہے عربی زبان میں اس قسم کی تصنیف ایک غیر معمولی کارنامہ ہے، یہ پورے قرآن مجید کی تفسیر ہے جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے اور موصوف نے اس اہم کام کو بہت تھوڑی مدت میں مکمل فرمایا، سواطع الالہام یعنی تفسیر غیر منقوط ۱۰۰۲ھ میں مکمل ہوئی، آپ اپنی تفسیر میں، سورتوں کے شان نزول بھی بیان کرتے ہیں اس میں انداز یہ ہوتا ہے کہ پورے واقعہ کی طرف مختصراً اشارہ کر دیتا ہے اسی طرح سے مکی و مدنی ہونے کا بھی ذکر کر دیتا ہے جب کسی سورہ کو مدنی کہنا ہوتا ہے تو لکھتے ہیں ”موردھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ مکی کہنا ہوتا ہے تو ”موردھا ام الرحم“ سورۃ الناس کے متعلق لکھتے ہیں ”موردھا رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ یعنی مدنی ہے سورۃ القمر کے بارے میں لکھا ہے ”موردھا ام الرحم“ یعنی مکی اور ضروری تعارف بھی کرایا ہے اسی طرح آپ نے تمام سورتوں کے آغاز میں تعارف کرایا ہے اور واقعات کا ذکر کیا ہے مگر عبارت بے نقطہ کا التزام کرنے کی وجہ سے اظہار مطلب میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ۹۴۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی تفسیر سے ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ارشاد ہے: فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (بقرہ/ ۳۷)

فیضی لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں جو لفظ ”کلمات“ آیا ہے اس سے مراد دعاء معھود جس کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے جیسے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اعراف/ ۲۳) ۹۵۔

(۲) ارشاد ہے: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ (طارق/ ۲)

اس آیت کے ضمن میں علامہ فیضی لکھتے ہیں کہ وہ چمکتا ہوا تارہ ہے جس کی وضاحت آگے والی

آیت میں ہے: النَّجْمُ الثَّاقِبُ (طارق/ ۳) ۹۶۔

شیخ اسماعیل کا تعارف:

امام الشیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستنبابولی، آپ اپنے دور کے مشہور و معروف عالم مانے

جاتے ہیں، آپ نے ایک تفسیر قرآن بہ نام ”تنویر الازہان من تفسیر روح البیان“ لکھی یہ تفسیر چار جلدوں پر مشتمل ہیں، آپ کی وفات ۱۱۳۷ھ میں ہوئی، آپ کی اس تفسیر کا اختصار و تحقیق شیخ محمد علی الصابونی نے کیا۔ ۹۷۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی تفسیر سے ”تفسیر الآیات بالآیات“ کی چند مثالیں ملاحظہ ہو۔

(۱) ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ/۲۱)

شیخ اسماعیل فرماتے ہیں کہ انسان جب اللہ کی عبادت کرے تو ڈرو امید بھی رکھے پھر اس کی تائید میں یہ آیت پیش کیا۔ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (سجدہ/۱۶) ۹۸۔

(۲) ارشاد ہے: النَّجْمُ الثَّاقِبُ (طارق/۳) شیخ اسماعیل لکھتے ہیں کہ یہ چمکتا ہوا ستارہ آدمی کے لیے اندھیرے میں راستہ کی طرف رہنمائی اور اس کا تعین کرتا ہے جیسے قرآن نے خود اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (نحل/۱۶)

(۳) ارشاد ہے: إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (طارق/۴)

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ ہر نفس سے مراد نفس طیب و خبیث اور انس و جن ہو سب پر اللہ نگہبان ہے اس طرح حافظ سے مراد ذات باری تعالیٰ ہوگی جیسے قرآن میں دوسری مقام پر اس کی تشریح آئی ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا (احزاب/۵۲)

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ ”حافظ“ سے اگر فرشتہ مراد لیں گے تو مطلب ہوگا کہ وہ فرشتہ ہر تنفس کی خیر و شر کی عمل کو محفوظ رکھتا ہے جیسے قرآن نے دوسری جگہ اس کی تفسیر فرمائی ہے۔

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ - (انفطار/۱۰) ۹۹۔

(۴) ارشاد ہے: لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (غاشیہ/۲۲)

شیخ اسماعیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ آپ ان

لوگوں پر جبر نہیں کر سکتے آپ صرف پیغام خداوندی کو پہنچانے والے ہیں مذکورہ آیت کی تفسیر اللہ نے خود فرمائی جیسے وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (ق/۴۵) ۱۰۰۔
(۵) ارشاد ہے: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (الضحیٰ/۷)

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ یہاں ضلال سے مراد فقدانِ شرائع ہے کیونکہ ان شرائع تک عقل کی رسائی بغیر سماعی طریقہ اور بغیر ہدایت الہی سے ممکن نہیں ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی توضیح دوسرے مقام پر خود فرمائی ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (شوریٰ/۵۲) اور ایک جگہ آیا ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (نساء/۱۱۳) ۱۰۱۔

قاضی ثناء اللہ پانی پٹی کا تعارف

قاضی ثناء اللہ، شیخ جلال الدین عثمانی کی اولاد میں سے تھے، آپ اپنے دور کے بہت اہم عالم، متقی تھے موصوف کا سلسلہ نسب حضرت عثمان بن عفان تک پہنچتا ہے، ان کی پیدائش پانی پت میں ہوئی، قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے شہر کے علماء سے تھوڑے عرصے تک عربی کی تعلیم حاصل کرتے رہے اس کے بعد دہلی گئے اور شاہ ولی اللہ سے کسب علم کیا، حدیث کی سند حاصل کی، اٹھارہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی، پھر شیخ عابد سنائی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے ان سے طریقت کی تعلیم لی اور فنائے قلب کی منزلیں طے کیں، اس کے بعد مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ مجددیہ کے آخری مراحل طے کیے، مرزا مظہر جان جاناں کو ان سے بہت تعلق تھا انہوں نے آپ کو علم الہدی کے لقب سے نوازا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ ان کی عظمت و ہیبت میرے دل پر چھا گئی ہے ان میں ملکوتی صفات موجود تھے ان کی دیانت داری اور تقویٰ قابل ذکر ہے، یہ بھی کہتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے ہدیہ طلب کرے گا تو میں ان کو اس کی خدمت میں پیش کر دوں گا، شاہ عبدالعزیز دہلوی نے آپ کو بیہتی وقت کا لقب دیا تھا جو آپ کے علم و فضل کے عین مطابق تھا، آپ اپنے دور میں تقویٰ اور دیانت داری میں منفرد تھے، عبادت و ریاضت میں ان کی مثال مشکل سے ملے گی، روزانہ قرآن کریم کی ایک منزل اور سور کعتیں نماز،

مراقبہ اور ذکر فکر کی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے، اس کے علاوہ درس و تدریس مقدمات کے فیصلے اور لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتے تھے، ان کی تصانیف میں تفسیر مظہری، مالا بد منہ، السیف المسلول، ارشاد الطالین، تذکرہ المعاد، حقیقہ الاسلام وغیرہ ہیں۔

موصوف نے حالات کے پیش نظر قرآن مجید کی مفصل تفسیر دس جلدوں میں لکھی ہے اور آپ نے اپنے مرشد و پیر مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر اس کا نام ”تفسیر مظہری“ رکھا۔

آپ کو ایک ایسی مکمل تفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں الفاظ کی تشریح اور معانی و مطالب کی وضاحت کے علاوہ احکام و عقائد کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھا جائے، عام طور سے ان کے زمانے تک عربی زبان میں جو تفسیریں رائج تھیں وہ زیادہ تر شوافع کی لکھی ہوئی تھیں، بیضاوی اپنے دقیق اسلوب اور علمی نکات کی وجہ سے درس میں داخل تھی، لیکن اس میں عبارت کا حصر اختصار، رمز و اشارے کی حد تک پہنچ جاتا ہے، مصنف چونکہ مذہباً شافعی ہیں اس لیے فقہی مباحث میں حنفیوں کے نقطہ نظر کی وضاحت نہیں ہوتی، لہذا طلباء کو اس کے مطالعے میں بڑی الجھیں ہوتی ہیں اس واسطے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں ضروری تفسیر کے ساتھ، مسائل کی تشریح میں حنفیوں کے نقطہ نظر کو مدلل طور پر پیش کیا ہے۔ ۱۰۲۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

تفسیر القرآن بالقرآن کے حوالے سے، تفسیر مظہری سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) جیسے قرآن میں آیا ہے: **أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ**

أَصَابِعُهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ (بقرہ/۱۹)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ”یَجْعَلُونَ“ کا فاعل منافقین ہے پھر اس کی تفسیر میں اس

آیت کو پیش کرتے ہیں۔ **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ**

تَغْلِبُونَ (حم سجدہ/۲۶) ۱۰۳۔

(۲) ارشاد ہے: **عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** (علق/۵)

قاضی صاحب مذکورہ آیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”الانسان“ سے مراد آدم یا بشمول جنس انسان میں تمام انبیاء جو ”مَا لَمْ يَعْلَمْ“ میں شامل ہیں قرآن نے خود اس کی تشریح فرمائی ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (نساء/۱۱۳) ۱۰۴۔

(۳) ارشاد ہے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (مسد/۱)

قاضی صاحب اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ (ای نفسہ) یعنی خود کو ہلاکت میں ڈالنا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ/۱۹۵) ۱۰۵۔

ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تعارف

سید ابوالاعلیٰ مودودی بن سید احمد حسین، ۳ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ بمطابق ۹ ستمبر ۱۹۰۳ء میں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے، آپ کی ابتدائی تعلیم کا انتظام گھر پر کیا گیا، آپ نے ۹ سال تک گھر میں تعلیم حاصل کی، پھر آپ کے استاد مولوی ندیم احمد حسینی کے مشورہ سے، آپ کو مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد میں داخل کر دیا گیا، جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ مذہبی ماحول تھا مولانا کابچین ریاست حیدرآباد دکن کے مشہور شہر اورنگ آباد میں گزرا۔

۱۹۱۸ء میں میدان صحافت میں قدم رکھا اور تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا، ۱۹۲۱ء میں آپ کی ملاقات مفتی کفایت اللہ سے ہوئی، اسی سال جمعیت علمائے ہند کی طرف سے اخبار مسلم نکالا آپ کو ایڈیٹر مقرر کیا گیا، یہاں آپ نے وسیع اور عمیق مطالعہ کیا۔

آپ کی تفسیر، تفہیم القرآن چھ جلدوں پر مشتمل ہے جسے آپ نے رسالہ ترجمان القرآن میں ۱۹۲۳ء سے قسط وار شائع کرنا شروع کیا اور ۱۹۷۲ء میں تفہیم القرآن کی چھٹی جلد مکمل کی، چونکہ تفہیم القرآن تقریباً تیس سال کی طویل مدت میں مکمل کی گئی، ظاہر ہے کہ اتنے طویل عرصے میں آدمی کی اپنی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور خیالات میں بھی وسعت پیدا ہوتی ہے، اس لیے تفہیم القرآن کی پہلی جلد کی بہ نسبت دوسری جلد زیادہ مفصل ہے اسی طرح دوسری جلد سے تیسری اور تیسری سے چوتھی اور اس کے بعد پانچویں اور چھٹی تو بہت زیادہ طویل اور مفصل ہو گئی ہیں۔ ۱۰۶۔

تفہیم القرآن میں مولانا مودودی نے نظم قرآن کا ایک خاص تصور پیش کیا ہے انہوں نے قرآن کے مرکزی مضمون اور مدعا سے ہر سورت اور ہر آیت کا ربط کیا ہے، پوری تفسیر میں اس بات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے کہ یہ کتاب کہیں اپنے موضوع مدعا اور مرکزی مضمون (دعوت) سے نہیں ہٹی ہے، بلکہ اس کا سارا بیان نہایت ترتیب و یکسانی کے ساتھ دعوت کے محور پر گھومتا ہے۔ ۷۰۷۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

مولانا مودودیؒ نے قرآن کریم کی آیات کے مفہوم کو دیگر آیات قرآنیہ سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے: ذیل میں ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ارشاد ہے: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكَ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (اسراء/۷۸)

مولانا نے مذکورہ آیت کے ذیل میں چند آیات کو نقل کیا ہے اور ان کی روشنی میں نماز کے اوقات کو بیان کیا ہے لکھتے ہیں قرآن مجید میں ان پانچوں نمازوں کے اوقات کے بارے میں مختلف اشارے ملتے ہیں جیسے کہ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ (ہود/۱۱۴) مولانا لکھتے ہیں کہ دونوں کناروں سے مراد فجر اور مغرب ہیں، اور کچھ رات گزرنے سے مراد عشاء ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ (طہ/۱۳۰) مولانا فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے فجر مراد ہے اور غروب آفتاب سے پہلے عصر مراد ہے۔

پھر سورہ روم کی آیات: فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ۝ ۱۷-۱۸ ذکر کرتے ہیں، مولانا رقم طراز ہیں کہ شام کرتے ہوئے سے مراد مغرب ہے، اور صبح کرتے ہوئے سے مراد فجر ہے، اور دن کے آخری حصہ میں مراد عصر ہے، اور دوپہر کرتے ہوئے سے مراد ظہر ہے۔

الغرض مولانا نے ایک آیت کی تفسیر میں مزید مختلف سورتوں کے آیات ذکر کے اوقات نماز کو بیان

کیا ہے۔ ۱۰۸۔

(۲) ارشاد ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا: (اسراء/۸۵) مولانا لکھتے ہیں کہ یہاں روح سے مراد وحی یا وحی لانے والا فرشتہ ہے اور اس کی تائید میں مزید قرآنی آیات ذکر کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: زَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ (مومن/۱۵) اسی طرح آیا: وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (شوریٰ/۵۲) ۱۰۹۔

روح کے بارے میں دوسرے مفسرین کے آراء:

- (۱) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ روح سے مراد وحی ہے اور تائید میں قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں: يُنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (نحل/۲۱)۔ ۱۱۰۔
- (۲) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ روح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جس کام کے لئے جو چیز پیدا کی گئی، ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم دیا، ”کن“ (اس کام میں لگ جا) بس یہی اس کی روح حیات ہے۔ ۱۱۱۔
- (۳) امین احسن اصلاحی روح سے مراد وحی الہی لیتے ہیں۔ ۱۱۲۔
- (۴) مفتی محمد شفیعؒ ثناء اللہ پانی پتی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ روح حق تعالیٰ کے حکم ”کن“ سے پیدا ہونے والی چیز ہے۔ ۱۱۳۔
- (۵) مولانا آزادؒ ”من امر ربی“ کے تحت لکھتے ہیں کہ روح پروردگار ہے، اور پروردگاری یہی چاہتی کہ یہ جو ہر پیدا ہو۔ ۱۱۴۔
- (۶) علامہ ابن کثیر چند اقوال بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”فماصل ما نقول: ان الروح هي اصل النفس ومادتها“۔ ۱۱۵۔
- (۷) امام ابن جوزیؒ، حضرت حسن اور قنادہ سے یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ روح سے مراد قرآن کریم یا جبرئیلؑ ہے۔ ۱۱۶۔

(۸) امام رازی چند اقوال ذکر کئے ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ روح سے مراد قرآن یا جبریل ہے۔ ۷۱۱

پیر کرم شاہ کا تعارف:

محمد کرم شاہ بن محمد شاہ بن امیر شاہ، آپ کی ولادت ۱۹۱۸ء بمقام بھیرہ ضلع سرگودھا میں ہوئی، آپ نے تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے کیا، اس کے ساتھ ساتھ اسکول کی تعلیم بھی جاری رکھی، ۱۹۲۵ء محمد غوثیہ پرائمری اسکول کا آغاز ہوا، تو آپ اس کے پہلے طالب علم تھے اس لحاظ سے سات سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا، اسکول کی تعلیم کا سلسلہ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۹ء چار سال تک رہا، اس کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ میں داخل ہوئے، ۱۹۳۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، آپ نے فاضل عربی کرنے کی غرض سے، ۱۹۴۱ء میں اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۳ء میں آپ نے دورہ حدیث مکمل کر لیا، اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی، اے کا امتحان پاس کر لیا۔

جامعہ ازہر میں آپ کا داخلہ فقہ و اصول فقہ کے شعبہ میں ہوا پہلے سال ازہر میں تعلیم حاصل کی دوسرے سال قاہرہ یونیورسٹی میں ایم، اے میں بھی داخلہ لیا۔ ۱۱۸۔

برصغیر میں، قرآن کریم کے اردو تراجم دو طرح سے رائج ہیں، ایک تحت اللفظ ہے اور دوسرے بامحاورہ ہیں مقدمہ میں آپ خود لکھتے ہیں ”میں نے سعی کی ہے کہ ان دونوں طرزوں (تحت اللفظ اور بامحاورہ) کو اس طرح یکجا کر دوں کہ کلام کا تسلسل اور روانی بھی برقرار رہے اور زور بیاں میں بھی (حتی الامکان) فرق نہ آنے پائے اور ہر کلمہ کا ترجمہ اس کے نیچے بھی مرقوم ہو۔“ آپ نے اپنی تفسیر میں کوئی مصنوعی طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ متعلقہ آیات کے تاریخی پس منظر اور قرآن کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآنی الفاظ کے عمیق اور مطلوب معانی اور مطالب کو اختیار کیا ہے، آپ کی تفسیر ”ضیاء القرآن“ پہلے تین جلدوں میں شائع ہوئی بعد میں اس کو پانچ جلدوں میں کر دیا یہ تفسیر آپ کا انیس سالہ محنت کا ثمرہ ہے۔ ۱۱۹۔

تفسیر الایات بالآیات کی مثالیں:

ذیل میں موصوف کی تفسیر سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ارشاد باری ہے: وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا (زلزال/۳) پیر کرم شاہ مذکورہ آیت کی تفسیر اس آیت قرآنی سے فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت حیرت سے کہیں گے جیسے ارشاد ہے: مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (یسین/۵۲) ۱۲۰

(۲) اللہ کا ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ: (مائدہ/۶۶)۔ پیر کرم شاہ مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہ اظہار مبالغہ کے لیے ہے یعنی تورات و انجیل اور قرآن کی اتباع کی برکت سے انہیں کشادہ، حلال اور پاکیزہ روزی دی جاتی استشہاد کے طور پر اس آیت کو پیش فرماتے، ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (اعراف/۹۶) ۱۲۱

خلاصہ بحث

ان صفحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ قرآن پاک کی تفسیر کا منہج دور اول میں معروف و مقبول رہا ہے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ نے قرآن پاک کی تفسیر میں اس کا التزام فرمایا ہے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مفسرین کرام نے قرآن کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کے منہج کو اولیت دی ہے علامہ ابن جریر طبریؒ، علامہ ابن المنذرؒ، علامہ ابن ابی حاتمؒ، علامہ ابن جعفر الطوسیؒ، علامہ بغویؒ، امام قرطبیؒ، ابو حیانؒ، علامہ فروز آبادیؒ، جلال الدین محلیؒ، جلال الدین سیوطیؒ، علامہ ابوالسعودؒ، ابوالفیض فیضیؒ، شیخ اسماعیلؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پٹیؒ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور پیر کرم شاہ الازہریؒ کے تفسیری ذخیرہ سے چند مثالیں اس باب میں نقل کی گئی ہیں، جن سے تفسیر القرآن بالقرآن کا نظریہ اور اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں اس کا تعامل پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے یہ تو فاضل مفسرین کے چند حوالے ہیں جو اس باب میں دیے گئے ہیں، علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی تفاسیر کا قدر تفصیلی مطالعہ اس حقیقت کو مزید مدلل کرتا ہے۔

حوالہ جات

- (۱) مجموع الفتاویٰ ۳۸۴/۱۳ ابن تیمیہ،
تاریخ تفسیر و مفسرین ص ۵۲ غلام احمد حریری
(۲) تاریخ التفسیر ص ۱۵ عبد الصمد صارم الأزهري
(۳) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ”لا یسلون الناس الحافا“ امام بخاری
(۴) تفسیر القرآن العظیم ۴/۱ ابن کثیر
(۵) ۵/۱
(۶) فتح البیان فی مقاصد القرآن ۱۸/۱ نواب صدیق حسن خان
(۷) تفسیر القرآن العظیم ۴/۱ ابن کثیر
(۸) فتح الباری، باب مناقب اُبی بن کعب ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۷ ابن حجر عسقلانی
(۹) تاریخ التفسیر ص ۲۱ عبد الصمد الصارم الأزهري
(۱۰) تفسیر سفیان بن عیینہ ص ۷۵
(۱۱) تہذیب التہذیب ۱۸۸/۱ ابن حجر عسقلانی
(۱۲) معالم التنزیل ص ۲۴۹ امام بغوی
(۱۳) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۲۵۶/۳ ابن اثیر
فتح الباری، کتاب فضائل الصحابۃ ابن حجر عسقلانی ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱
(۱۴) ۲۵۷/۳
(۱۵) ۲۵۸/۳
(۱۶) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۲۶۰، ۲۵۶/۳ ابن اثیر
فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب القراءۃ من اصحاب النبی ۲۷۹/۹ ابن حجر عسقلانی
(۱۷) تفسیر سفیان بن عیینہ ص ۷۵ احمد صالح محاری

| | | |
|--------------------------|---------------|------------------------------------|
| عبداللہ بن مسعودؓ | ص ۵۷ تا ۵۴ | (۱۸) تفسیر ابن مسعود |
| ابن کثیر | ۵/۱ | (۱۹) تفسیر القرآن العظیم |
| ابن حجر عسقلانی | ۱۰۰/۷ | فتح الباری، کتاب فضائل الصحابة |
| ابن حجر عسقلانی | ۱۰۰/۷ | (۲۰) فتح الباری، باب ذکر ابن عباسؓ |
| علامہ صابونی | ۸۱ | التبیان |
| ابن جریر | ۴۷/۳ | (۲۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن |
| ابن حجر عسقلانی | ۲۰۲، ۲۰۱/۸ | فتح الباری |
| علامہ ذہبی | ۸۱، ۸۰/۱ | (۲۲) التفسیر والمفسرون |
| احمد صالح محامیری | ص ۷۳، ۷۲ | تفسیر سفیان بن عیینہ |
| امام سیوطی | ص ۵۵۸ تا ۵۵۶ | التحجیر فی علم التفسیر |
| " | ۴۲۳/۶ | (۲۳) الدر المنثور |
| " | ۱۸۹/۲ | (۲۴) الاتقان فی علوم القرآن |
| قاضی محمد زاہد الحسینی | ۵۱/۱ | (۲۵) تذکرۃ المفسرین |
| ابن کثیر | ۵۸۳/۳ | (۲۶) تفسیر القرآن العظیم |
| " | ۴۴۹، ۴۴۸/۴ | (۲۷) |
| " | ۱۶/۱ | (۲۸) |
| ابن حجر عسقلانی | ۱۱۱ تا ۱۰۹/۱۰ | (۲۹) تہذیب التہذیب |
| شاہ معین الدین احمد ندوی | ص ۴۷۳ تا ۴۶۵ | تابعین |
| امام بغوی | ص ۲۵۵ | (۳۰) معالم التنزیل |
| ابن حجر عسقلانی | ۲۸۵، ۲۸۴/۳ | (۳۱) تہذیب التہذیب |
| سعید احمد، ایم، اے | ص ۱۹۱، ۱۹۰ | غلامان اسلام |

| | | |
|-----------------------------------|----------|--|
| ابن کثیر | ۸۵/۱ | (۳۲) تفسیر القرآن العظیم |
| ابن حجر عسقلانی | ۶۷، ۶۸/۱ | (۳۳) |
| امام سیوطی | ۴۳/۱۰ | (۳۴) تہذیب التہذیب |
| ابن حجر عسقلانی | ۵۵۴/ص | التحیر فی علم التفسیر |
| ابن تیمیہ | ۴۳/۱۰ | (۳۵) تہذیب التہذیب |
| عبد الصمد الصارم | ۳۶۹/۱۳ | (۳۶) مجموع الفتاوی |
| قاضی محمد زاہد الحسینی | ۲۳/ص | (۳۷) تاریخ التفسیر |
| مجاہد بن جبیر | ۵۵/۱ | (۳۸) تذکرۃ المفسرین |
| ابن کثیر | ۴۹۴/ص | (۳۹) تفسیر مجاہد |
| احمد امین مصری | ۵۳۲/ص | (۴۰) |
| خدا بخش لائبریری، پٹنہ | ۴۴۸/۴ | (۴۱) تفسیر القرآن العظیم |
| قاضی محمد زاہد الحسینی | ۱۴۱/ص | (۴۲) المباحث العلمیۃ |
| ابن حجر عسقلانی | ۵۹/۱ | (۴۳) قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برسوں میں، ص ۵ |
| احمد صالح محاری | ۷۱/۸ | (۴۴) تذکرۃ المفسرین |
| قاضی محمد زاہد الحسینی | ۲۳۲/ص | (۴۵) فتح الباری، کتاب التفسیر |
| مسلم بن قتیبہ، تحقیق سید احمد قصر | ۶۲/۱ | (۴۶) تفسیر سفیان بن عیینہ |
| ڈاکٹر غلام احمد حریری | ۳۸۵/ص | (۴۷) تذکرۃ المفسرین |
| | ۵۴۱/ص | (۴۸) تفسیر غریب القرآن |
| | ۵۴۰/ص | (۴۹) |
| | ۵/ص | (۵۰) |
| | | (۵۱) تاریخ تفسیر و مفسرین |

| | | |
|--|----------|------------------------|
| اردو تفاسیر کا تفسیری موقف | ص ۲۰ | ڈاکٹر شاہد علی |
| (۵۲) | ص ۵ | |
| (۵۳) جامع البیان عن تأویل القرآن | ۱۰، ۱۱/۵ | ابن جریر طبری |
| (۵۴) | ۲۲۵/۱ | |
| (۵۵) | ۴۰۸/۱ | |
| (۵۶) | ۴۱۵/۱ | |
| (۵۷) | ۴۷۲/۱ | |
| (۵۸) تذکرۃ المفسرین | ۷۳، ۷۲/۱ | قاضی محمد زاہد الحسینی |
| (۵۹) تفسیر القرآن العظیم | ۳۱/۱ | ابن کثیر |
| فتح الباری، کتاب التفسیر | ۱۸۱/۸ | ابن حجر عسقلانی |
| (۶۰) تذکرۃ المفسرین | ۷۸/۱ | قاضی محمد زاہد الحسینی |
| (۶۱) فتح القدر | ۲۵/۱ | علامہ شوکانی |
| (۶۲) اردو تفاسیر کا تفسیری موقف | ص ۲۰ | ڈاکٹر شاہد علی |
| (۶۳) البرہان فی علوم القرآن | ۱۵۴/۲ | امام بدر الدین زرکشی |
| (۶۴) قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برسوں میں، ص ۴۲۱ | | خدا بخش لاہوری |
| (۶۵) الاتقان فی علوم القرآن | ۲۳۲/۲ | امام سیوطی |
| (۶۶) تذکرۃ المفسرین | ۹۵/۱ | قاضی محمد زاہد الحسینی |
| (۶۷) التبیان فی تفسیر القرآن | ۳۱۷/۱۰ | ابن الحسین الطوسی |
| (۶۸) | ۴۲۷/۱۰ | |
| (۶۹) | ۲۹۴/۱۰ | |
| (۷۰) تذکرۃ المفسرین | ۱۰۵/۱ | قاضی محمد زاہد الحسینی |

| | | |
|----------------------------|---------------|------------------------|
| امام بغوی | ص ۱۵۲ | (۷۱) معالم التنزیل |
| " | ص ۲۳۱ | (۷۲) " |
| " | ص ۲۳۲ | (۷۳) " |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۲۵، ۱۲۴/۱ | (۷۴) تذکرة المفسرین |
| علامہ قرطبی | ۱۵۰/۱ | (۷۵) جامع احکام القرآن |
| " | ۱۶۳، ۱۶۲/۲، ۱ | (۷۶) " |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۳۵/۱ | (۷۷) تذکرة المفسرین |
| ابو حیان | ۲۶۰/۸ | (۷۸) البحر المحیط |
| " | ۴۵۸/۸ | (۷۹) " |
| " | ۴۶۷/۸ | (۸۰) " |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۴۶/۱ | (۸۱) تذکرة المفسرین |
| ڈاکٹر محمد احمد عید الکردی | ص ۲۲۷ | (۸۲) فیروز آبادی مفسر |
| " | " | (۸۳) " |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۵۲/۱ | (۸۴) تذکرة المفسرین |
| جلال الدین محلی | ص ۴۵۹ | (۸۵) تفسیر جلالین |
| جلال الدین محلی | ص ۵۰۲ | (۸۶) تفسیر جلالین |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۶۳ تا ۱۵۹/۱ | (۸۷) تذکرة المفسرین |
| امام سیوطی | ۹۷/۱ | (۸۸) الدر المنثور |
| " | ۴۱۰/۵ | (۸۹) " |
| امام سیوطی | ص ۸ | (۹۰) تفسیر جلالین |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۶۷/۱ | (۹۱) تذکرة المفسرین |

| | | |
|--------------------------|----------------|---|
| ابوالسعود | ۴۵۱/۵ | (۹۲) ارشاد العقل السليم |
| | ص ۵۷/۱ | (۹۳) |
| ڈاکٹر محمد سالم قدوائی | ۶۸ تا ۵۹ | (۹۴) ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفاسیر، ص ۶۸ تا ۵۹ |
| ابوالفیض فیضی | ص ۳۱/۱ | (۹۵) سواطع الالہام |
| | ص ۷۰/۷ | (۹۶) |
| اسماعیل حقی | ۴/۱ | (۹۷) تنویر الاذہان من تفسیر روح البیان |
| | ۳۱/۱ | (۹۸) |
| | ۵۲۷/۴ | (۹۹) |
| | ۵۴۱/۴ | (۱۰۰) |
| | ۵۶۲/۴ | (۱۰۱) |
| ڈاکٹر محمد سالم قدوائی | ۹۸، ۹۷ | (۱۰۲) ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفاسیر، ص ۹۸، ۹۷ |
| ثناء اللہ پانی پتی | ۳۲/۱ | (۱۰۳) تفسیر مظہری |
| | ۳۰۵، ۳۰۴/۱۰ | (۱۰۴) |
| | ۳۶۷/۱۰ | (۱۰۵) |
| دانش گاہ پنجاب لاہور | ۷۴۵ تا ۷۴۱/۲۱ | (۱۰۶) اردو دائرۃ معارف اسلامیہ |
| سید اسعد گیلانی | ص ۴۶۸ تا ۴۶۱/۲ | (۱۰۷) مولانا مودودی |
| ابوالاعلیٰ مودودی | ۶۳۴، ۶۳۳/۲ | (۱۰۸) تفہیم القرآن |
| | ۶۴۹/۲ | (۱۰۹) |
| مولانا ثناء اللہ امرتسری | ص ۲۰/۷ | (۱۱۰) تفسیر القرآن بکلام الرحمن |
| مولانا شبیر احمد عثمانی | ص ۳۸۸/۱ | (۱۱۱) تفسیر عثمانی |
| امین احسن اصلاحی | ۷۸۳/۳ | (۱۱۲) تذکر قرآن |

| | | |
|--|----------|---------------------------|
| مفتی محمد شفیع صاحبؒ | ۹۵/۵ | (۱۱۳) معارف القرآن |
| مولانا ابوالکلام آزادؒ | ۳۳۱/۴ | (۱۱۴) ترجمان القرآن |
| علامہ ابن کثیرؒ | ۱۳۹/۳ | (۱۱۵) تفسیر القرآن العظیم |
| ابن جوزیؒ | ۸۲/۵ | (۱۱۶) زادالمیسرة |
| امام رازیؒ | ۳۶/۲۲-۲۱ | (۱۱۷) التفسیر الکبیر |
| ص ۲۳، ۲۴، ۲۷، ۳۶، ستمبر، مئی ۱۹۹۹ء | | (۱۱۸) ماہنامہ ضیاء الامت |
| پیر کرم شاہ الازہریؒ | ۱۲/۱ | (۱۱۹) ضیاء القرآن |
| ۶۳۱/۵ تا ۶۳۳ | | (۱۲۰) |
| ص ۱۶۸؛ ۱۶۷ دربار مارکیٹ لاہور ۱۴۲۹ھ تا ۱۴۳۰ھ | | (۱۲۱) مجلہ جمال کرم |

باب دوم:

تفسیر القرآن العظیم کا مطالعہ

تفسیر القرآن العظیم کا مطالعہ

علامہ ابن کثیرؒ کا اجمالی تعارف

علامہ ابن کثیرؒ کا نسب نامہ یہ ہے، حافظ عماد الدین اسماعیل بن شہاب الدین ابو حفص عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن ضوء بن درع القرشی، آپ نے ابن کثیر کے نام سے شہرت پائی۔ ۱۔ آپ شام کے شہر ”بصرہ“ کے مضافات میں ”مجدل“ نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ ۲۔

لیکن آپ کا خاندان وہاں نہ رہ سکا، اور وہاں سے (۷۰۷ھ) میں وہ لوگ دمشق چلے آئے، اسی نسبت سے آپ کو دمشقی بھی کہا جاتا ہے، آپ کو بچپن ہی سے تحصیل علم سے خصوصی شغف تھا، قرآن، حدیث، تاریخ، فقہ، سیرت اور دیگر علوم سے محبت تھی، قرآن کریم سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ گیارہ سال کی عمر میں ہی قرآن حفظ کر لیا، بارہ سال کی عمر میں مختصر ابن حابط از بر کر لی۔ ۳۔

آپ کے سب سے پہلے استاذ آپ کے بڑے بھائی کمال الدین عبدالوہاب (م ۷۵۰ھ) تھے، جنہوں نے آپ کے دل میں قرآن و حدیث سے خصوصی لگاؤ پیدا کیا، ان کے علاوہ آپ کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۶۶۱ تا ۷۲۸ھ) ہیں، شیخ کے پاس آپ کافی دنوں تک مقیم رہے، اور قرآن و حدیث کا ایک وافر حصہ حاصل کیا، آپ کی وفات جمعرات کے دن ۲۶ شعبان ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۷۳ء میں ہوئی، اور آپ کی تدفین دمشق میں علامہ ابن تیمیہؒ کے قبر کے بغل میں ہوئی۔ ۴۔

تعارف تفسیر:

تفسیر ابن کثیر، امام ابن کثیر کو شہرت و دوام بخشنے کے لئے کافی ہے، اس تفسیر کا قلمی نسخہ، کتب خانہ خدیوہ مصر میں موجود ہے، یہ دس جلدوں میں تھا، ۱۳۰۰ء میں پہلی بار نواب صدیق خان کی تفسیر ”فتح البیان“ کے حاشیہ پر ”بولاق مصر“ میں شائع ہوئی، ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۷ھ کے وقفے میں شیخ رشید رضا (مصری) نے تفسیر بغوی کے ساتھ نو جلدوں میں مطبع المنار، مصر سے شائع کیا، پھر ۱۳۸۲ھ میں

اس کو تفسیر بغوی سے الگ کر کے بڑے سائز کی چار جلدوں میں مطبع المنار سے شائع کیا گیا، بعد ازاں یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی ہے، احمد محمد شاہ نے اس کو بحذف اسانید شائع کیا ہے، محققین نے اس پر تعلیقات و حواشی تحریر کئے ہیں، سید رشید رضا کا تحقیقی حاشیہ مشہور ہے، علامہ احمد محمد شاہ کر (م ۱۹۵۸ء) نے ”عمدة التفسیر عن الحافظ ابن کثیر“ کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے، اس میں آپ نے عمدہ علمی فوائد جمع کئے ہیں، لیکن یہ نامکمل ہے، اس کی پانچ جلدیں طبع ہو چکی ہیں، اور اختتام سورۃ انفال کی آٹھویں آیت پر ہوتا ہے۔

محمد علی صابونی نے تفسیر ابن کثیر کو تین جلدوں میں مختصر کیا، اور ”مختصر تفسیر ابن کثیر“ کے نام سے اسے ۱۳۹۳ء میں مطبع دار القرآن الکریم، بیروت سے شائع کیا، بعد ازاں محمد نسیب رفاعی نے اس کو چار جلدوں میں مختصر کیا، اور اسے ”تفسیر العلی الغدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر“ کے نام سے موسوم کیا، یہ ۱۳۹۲ء میں پہلی مرتبہ بیروت سے شائع ہوئی۔ ۵۔

انداز بحث:

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں سب سے پہلے ایک طویل اور اہم مقدمہ لکھا ہے، جس میں ان امور اور مباحث سے بحث کی ہے، جن کا قرآن اور اس کی تفسیر سے گہرا تعلق ہے، اس مقدمہ کا بیشتر حصہ علامہ ابن تیمیہؒ کے ”مقدمہ فی اصول التفسیر“ سے ماخوذ ہے، اس تفسیر کے بنیادی خوبی یہ ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ پہلے آیت کو نقل کر کے اس کی بہت سہل اور مختصر عبارت میں تشریح کرتے ہیں، اور اگر ممکن ہو تو متعلقہ آیت کی تفسیر و توضیح کسی دوسری قرآنی آیت سے کرتے ہیں، اور دونوں آیتوں کے درمیان مقابلہ و موازنہ کرتے ہیں، موصوف اس طریقہ تفسیر پر بڑی توجہ فرماتے ہیں، اس طریقہ تفسیر کو، تفسیر القرآن بالقرآن کہا جاتا ہے، اسی طریقہ تفسیر کی وجہ سے ”تفسیر ابن کثیر“ کو دوسری تمام تفاسیر پر فوقیت حاصل ہے، کیوں کہ وہ اس لحاظ سے مناسبت رکھنے والی آیات کو ایک جگہ بیان کر دیتے ہیں، قرآنی آیات کو بیان کرنے کے بعد وہ مرفوع احادیث کو بیان کرتے ہیں، جن کا تعلق و ربط متعلقہ آیت سے ہوتا ہے، پھر اس امر کی وضاحت کرتے ہیں، کہ آیت سے کن امور پر

حجت قائم کی جاسکتی ہے، اور کن امور پر نہیں، اس کے بعد صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؓ اور ان کے بعد تمام علماء سلف کے اقوال بیان کرتے ہیں، پھر بعض اقوال کو دوسرے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں، اور بعض روایات کو ضعیف اور بعض کو صحیح قرار دیتے ہیں، اسی طرح بعض راویوں کی تعدیل کرتے اور بعض کو مجروح قرار دیتے ہیں۔ ۶۔

خصوصیات:

علامہ ابن کثیر کے نزدیک تفسیر قرآن کا اولین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے، لکھتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ سب سے بہترین تفسیر کا طریقہ کون سا ہے، تو اس کا جواب یہ ہوگا، کہ سب سے عمدہ تفسیر کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے، کیوں کہ قرآن میں ایک جگہ کوئی چیز مجمل بیان ہوتی ہے، اور دوسری جگہ اس کی تشریح ہوتی ہے۔ ۷۔

آپ کے نزدیک تفسیر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کی آیت کی تفسیر کے لئے قرآن میں دلیل نہ مل سکے، تو سنت سے استدلال کرنا چاہیے، کیوں کہ سنت نبوی قرآن کی شرح ہے۔

تیسرا اصول آپ کے ہاں یہ ملتا ہے کہ اگر قرآن و سنت میں نہ مل سکے، تو ہم اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے، کیوں کہ وہ ان تمام قرآن و احوال کو بخوبی جانتے ہیں، جن میں قرآن کا نزول ہوا، اور وہ فہم قرآن اور عمل صالح کے اعتبار سے پوری امت سے بہتر ہیں۔

ان کا ایک اصول یہ ہے کہ جب قرآن کی تفسیر، قرآن، سنت اور اقوال صحابہ سے نہ ہو سکے، تو اقوال تابعین کی طرف رجوع کیا جائے، تابعین میں سے جن کے تفسیری اقوال عام طور سے منقول ہیں، ان میں سے مجاہد بن جبیرؒ اور ضحاک بن مزاحمؒ وغیرہ مشہور ہیں۔ ۸۔

اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں آیات کے باہمی تعلق و مناسبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید ایک مربوط و منظم کتاب نظر آتی ہے، مثلاً قول باری ہے، ”إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“ (توبہ/۶۰)۔

مذکورہ آیت میں مصارف زکاۃ کا بیان ہے، اس سے قبل کی آیت یہ ہے، ”وَمِنْهُمْ مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَّمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسَخَطُونَ“ (توبہ/۵۸)۔

گویا پہلے ان جاہل منافقوں کا تذکرہ تھا، جو ذات رسول ﷺ پر تقسیم صدقات کے سلسلے میں اعتراض کرتے تھے، بعد میں یہ کہا گیا کہ تقسیم زکاۃ پیغمبر ﷺ کی مرضی پر موقوف نہیں، بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف پر ہے، ہم نے خود اس کی تقسیم کر دی ہے، کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ۹

علامہ ابن کثیرؒ کا یہ بھی خیال ہے کہ قرآن کے وہ بیانات جو واضح مفہوم اور مطالب پر مشتمل ہیں، ان کے درمیان میں اگر کوئی ایسا مجمل مسئلہ آجائے، جس کا جاننا اور نہ جاننا دونوں یکساں ہو، تو اس کی تفسیر میں تکلف سے کام لینے کی ضرورت نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک درخت کا پھل کھانے سے آدمؑ کو روک دیا، اس کا مقصد کمال بندگی ہے، کہ بندہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرے، رہا یہ سوال کہ وہ درخت کس چیز کا تھا، گیہوں کا، انگور کا، انجیر کا، وغیرہ ذلک، امام ابن کثیرؒ نے اس بارے میں متقدمین کے چھ اقوال نقل کئے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ ”اس کی تفصیل کا جان لینا کسی عالم کو فائدہ نہ دے گا، اور اس سے ناواقف رہنا کسی کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا“۔ ۱۰

اسی طرح سے ایسی چیز کا جاننا ضروری نہیں ہے، جسے قرآن نے اہمیت نہیں دی، اور اسے مجمل ہی رہنے دیا ہے، غور کیا جائے، تو ہماری تفسیروں کا بڑا حصہ ایسے مقامات کی وضاحت میں صرف ہو جاتا ہے، جس کا جاننا اور نہ جاننا تفسیر قرآن کے نقطہ نظر سے یکساں ہے، اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى“۔ (البقرہ/۷۳) (ہم نے حکم دیا کہ مقتول کی لاش کو اس کے ایک حصے سے ضرب لگاؤ، دیکھو اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندگی بخشتا ہے)۔

مذکورہ آیت کریمہ کے ضمن میں ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ یہ گائے کے بدن کا کوئی حصہ تھا، جسے معجزہ اور خرق عادت حاصل ہے، یہ نفس الامر میں متعین تھا، اگر اس کی تعین میں کوئی فائدہ ہوتا، تو اللہ تعالیٰ اسے لازماً بیان کرتا، مگر اللہ تعالیٰ نے اسے مبہم رکھا، اور رسولؐ سے بھی بروایت صحیح کوئی بیان نہیں آیا، اس لیے ہم بھی اسے مبہم رکھیں گے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے مبہم رکھا ہے۔ ۱۱

اسی طرح سے قرآنی آیات کے کتاب کی تخصیص و تعیم کے باب میں ابن کثیر کا موقف بہت واضح ہے، آیات کا نزول اگرچہ خاص پس منظر اور ماحول میں ہوتا ہے، خاص لوگ اس سے مخاطب ہوتے ہیں، مگر ان آیات کا حکم سب لوگوں کے لئے عام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ“۔ (البقرہ ۴۵) (نماز اور صبر سے مدد چاہو)۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر نے بڑے نقطہ کی بات کہی ہے، کہ ”یہ آیت اگرچہ بنی اسرائیل کو خوف و تنبیہ کرنے کے سیاق میں آئی ہے، مگر بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے بھی عام ہے“۔ ۱۲۔

ابن کثیر کو قراءت میں بھی کمال حاصل تھا، اسی لیے بعض علماء قراءت نے ان کو قراءت میں شمار کیا ہے، انھوں نے اپنی تفسیر میں علم قراءت سے بھرپور استفادہ کیا ہے، اختلاف قراءت کا قرآن کے معنی و مفہوم پر جو گہرا اثر پڑتا ہے، اس سے قرآن کا طالب علم بخوبی واقف ہے، ابن کثیر نے یوں تو متعدد قراءتوں کا تذکرہ کیا، مگر انھوں نے شاذ قراءتوں سے استدلال کرنے سے گریز کیا ہے، اور قراء سب سے اور جمہور کی قراءتوں پر اعتماد کیا ہے، انھوں نے قراءت سے استفادہ کر کے اپنی تفسیری کاوش کو موثر اور معتبر بنایا ہے، مثلاً ”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا“ (بقرہ ۱۲۶) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ بعض مفسرین نے ”قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمْتِئَتْهُ قَلِيلًا“ کو حضرت ابراہیم کی دعا کا ہی حصہ قرار دیا ہے، مگر یہ شاذ قراءت ہے، جو قراء سب سے مخالف ہے، سیاق آیت کی ترکیب اس معنی کا انکار کرتی ہے، کیوں کہ جمہور کی قراءت کے مطابق ”قَالَ“ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، اور سیاق کلام کا تقاضا بھی یہی ہے، جب کہ اس قراءت شاذہ کی رو سے ”قَالَ“ کی ضمیر حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے، اور یہ نظم کلام کے خلاف ہے۔ ۱۳۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

تفسیر ابن کثیر کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس رجحان و اسلوب پر جس خوبصورتی کے ساتھ ابن کثیر نے عمل کیا ہے، وہ دوسری تفسیروں میں مشکل ہی سے مل

سکتا ہے، قرآنی آیات کی تشریح کرنے والی دوسری ہم معنی آیات سے ابن کثیرؒ ہر موقع پر روشناس کرا کر گویا کلام اللہ کا ربانی مفہوم قاری پر واضح کر دیتے ہیں۔

پہلی مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمَلِّى لَهُمْ خَيْرٌ لَّا أَنْفُسِهِمْ“۔ (آل عمران ۱۷۸)۔ (یہ ڈھیل جو ہم انہیں دے جاتے ہیں اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں)

مذکورہ آیت کے باب میں علامہ ابن کثیرؒ حسب ذیل قرآنی آیات، تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے پیش فرماتے ہیں: ”أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَيْنٍ، نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُونَ“ (مؤمنون ۵۵-۵۶) (کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو انہیں مال اولاد سے مدد دے جارہے ہیں، تو گویا انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم ہیں، نہیں، اصل معاملے کا انہیں شعور نہیں ہے)

”فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبْ بِهَذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ“ (قلم ۴۴)
(پس اے نبیؐ: تم اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو، ہم ایسے طریقہ سے ان کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی)

”فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ“ (توبہ ۵۵) (پس ان کے مال و دولت اور ان کی کثرت اولاد کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں مبتلائے عذاب کرے، اور یہ جان بھی دیں، تو انکار حق کی حالت میں دیں)

مذکورہ بالا چاروں آیات میں جو بات مخفی ہے، اس کو ظاہر کرنے کے لئے ابن کثیرؒ نے ان آیات کو نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں مال و اولاد کی فراوانی سے اہل کفر دھوکہ نہ کھائیں، ان کو ڈھیل اس لئے دی جا رہی ہے کہ قیامت میں ان پر سخت پکڑ ہو۔

اس طرح دوسری آیات سے تفسیر کر کے ابن کثیرؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ یہی وہ جوہر ہے، جس کو

نظر انداز کر کے قرآن کے معنی تک رسائی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ ۱۴

دوسری مثال: ارشاد ہے: وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا (نباء: ۱۰۶) (اور رات کو پردہ پوش کیا) ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رات لوگوں کو اپنے سایہ میں چھپاتی ہے پھر اس آیت کو تفسیر و تشریح کے طور پر پیش فرماتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے۔ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا: شمس ۴۲ (رات کی قسم جب اسے چھپائے) ۱۵

تیسری مثال: ارشاد ہے: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى (اللیل/۳) (اور اس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا) ابن کثیر مذکورہ آیت کے ضمن میں درج ذیل آیات تو ضیح کے طور پر پیش فرماتے ہیں جیسے: وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا (النبا/۸) (اور تمہیں (مردوں اور عورتوں کے) جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا)۔ دوسری جگہ فرمایا: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (ذاریات/۴۹) (اور ہر چیز کو ہم نے جوڑے بنائے ہیں) ۱۶

چوتھی مثال: ارشاد ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (قدر/۱) (ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو مبارک رات میں اتارا اور وہ شب قدر رمضان کے مہینے کی ہے جیسے اللہ تعالیٰ اس کی خود تشریح فرماتے ہیں: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ (الدخان/۳) (ہم نے (قرآن) کو بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا) دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرہ/۱۸۵) (رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے) ۱۷

پانچویں مثال: ارشاد ہے: لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (البینہ/۱) (اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے وہ اپنے کفر سے باز آنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس دلیل روشن نہ آئے) علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ”البینہ“ کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے خود آگے والی آیت سے واضح فرمائی۔ جیسے: رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البینہ/۲) (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رسول (جس کو دلیل روشن

کہا گیا ہے) جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے) ۱۸۔

چھٹی مثال: ارشاد ہے: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَةُ (البینہ/۴) (پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہ راست کا) بیان واضح آچکا تھا) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمائی جیسے: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران/۱۰۵) (کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد اختلافات میں مبتلا ہوئے، جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے) ۱۹۔

ساتویں مثال: ارشاد ہے: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ (البینہ/۵) (اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں یہی نہایت صحیح و درست دین ہے) علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں شرک سے کٹ کر خالص توحید کی طرف آنے کا تذکرہ ہے اس کی تائید میں یہ دو آیات پیش کرتے ہیں: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء/۲۵) (ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو)۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل/۳۶) (ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ ”اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو“) ۲۰۔

آٹھویں مثال: ارشاد ہے: الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (الہمزہ/۲) (جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا) اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر یہ آیت پیش کرتے ہیں ارشاد باری ہے: وَجَمَعَ فَأَوْعَى (المعارج/۱۸) (اور مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا) ۲۱۔

نویں مثال: ارشاد ہے: وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ (الماعون/۳) (اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا ہے) امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل آیات پیش فرماتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے: كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ (الفجر/۱۷-۱۸) (ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اکساتے) ۲۲

دسویں مثال: ارشاد ہے: لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (الکافرون: ۶) (تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے) علامہ ابن کثیر مذکورہ آیت کی تشریح میں قرآن مجید کی ان آیات کو حوالہ دیتے ہیں اللہ فرماتا ہے: وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيُّونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ (یونس/۴۱) (اگر یہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے ہے جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کرتے رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بری ہوں) ”لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ“ (الشوریٰ/۱۵) (ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے) ۲۳

خلاصہ

تفسیر القرآن العظیم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) تفسیر
 الآیات بالآیات کے زبردست مؤید ہیں، اس طرح آیات کے باہم مقارنہ سے قرآن کا مطلب
 کھل کر سامنے آ جاتا ہے، مفسرین کی اصطلاح میں جسے تفسیر القرآن بالقرآن کہا گیا ہے، مصنف
 کے یہاں اس کا خصوصی اہتمام ہے، دور حاضر کی متداول تفاسیر میں یہ تفسیر اس نقطہ نظر سے پیش
 پیش ہے، تفسیر القرآن العظیم قرآن مجید کی تفسیر بالمأثور پر مشتمل تفاسیر میں حد درجہ شہرت رکھتی ہے،
 تفاسیر میں اس کا درجہ علامہ ابن جریر الطبری کی تفسیر جامع البیان عن تأویل القرآن کے بعد ہے
 اس میں مفسرین سلف کے تفسیری اقوال کو یکجا کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے چنانچہ اس میں آیات
 قرآنی کی تفسیر احادیث مرفوعہ اور اقوال و آثار کی روشنی میں کی گئی ہے اور حسب ضرورت جرح و
 تعدیل سے بھی کام لیا گیا ہے، یہ تفسیر بالمأثور کی عمدہ تفاسیر میں شامل ہے۔

حوالہ جات

| | | |
|--------------------------------------|------------|---------------------------------|
| خیر الدین زرکلی | ۳۱۸، ۳۱۷/۱ | (۱) الأعلام |
| عبدالحی ابن العمداء الحنبلی | ۲۳۱/۶ | (۲) شذرات الذهب فی أخبار من ذهب |
| قاضی محمد زاهد الحسینی | ۱۳۱/۱ | (۳) تذکرۃ المفسرین |
| محمد بن علی بن احمد المالکی، الداؤدی | ۱۱۳/۱ | (۴) طبقات المفسرین |
| ابن کثیر | ۳/۱ | (۵) تفسیر ابن کثیر |
| ابن کثیر | ۲۳، ۲۲/۱ | (۶) تفسیر القرآن العظیم |
| ابن کثیر | ۴/۱ | (۷) تفسیر القرآن العظیم |
| " " " | ۵، ۶/۱ | (۸) " " " |
| " " " | ۳۶۳/۲ | (۹) " " " |
| " " " | ۸۳/۱ | (۱۰) " " " |
| " " " | ۱۱۶/۱ | (۱۱) " " " |
| " " " | ۹۱/۱ | (۱۲) " " " |
| " " " | ۱۸۰/۱ | (۱۳) " " " |
| " " " | ۴۳۳/۱ | (۱۴) " " " |
| " " " | ۴۹۳/۴ | (۱۵) " " " |
| " " " | ۵۵۳/۴ | (۱۶) " " " |
| " " " | ۵۶۶/۴ | (۱۷) " " " |
| " " " | ۵۷۴/۴ | (۱۸) " " " |
| " " " | ۵۷۴/۴ | (۱۹) " " " |
| " " " | ۵۷۴/۴ | (۲۰) " " " |

﴿ ۱۱۷ ﴾

| | |
|-------|------|
| ۵۸۶/۴ | (۲۱) |
| ۵۹۲/۴ | (۲۲) |
| ۵۹۹/۴ | (۲۳) |

باب سوم:

تفسیر القرآن بکلام الرحمن کا مطالعہ

تفسیر القرآن بکلام الرحمن کا مطالعہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا اجمالی تعارف:

حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ، برصغیر ہند و پاک کی نامور علمی شخصیت تھے، ان کا شمار بیسویں صدی عیسوی چودھویں صدی ہجری کے اکابر علماء کرام میں ہوتا ہے، مولانا کے آباء و اجداد کا تعلق کشمیر سے تھا، ان کے والد کاروبار کے سلسلے میں امرتسر آ گئے، اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، آپ امرتسر میں جون ۱۸۶۸ (۱۲۸۷ھ) میں پیدا ہوئے۔

چودہ سال کی عمر میں حصول علم کا شوق دامن گیر ہوا، اس زمانے میں امرتسر میں مولانا احمد اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا، مولانا ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ ۲، حدیث رسولؐ پڑھنے کے لئے حافظ الحدیث مولانا عبدالمنان وزیر آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور وہاں سے ۱۸۹۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔ ۳۔ اس کے بعد دہلی پہنچے اور شمس العلماء حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کی شاگردی اختیار کر لی، اور حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کی سند دکھا کر ان سے حدیث میں سند و اجازت حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ۴۔ شیخ الکل سے حدیث میں سند و اجازت سے فیض یاب ہونے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا رخ کیا، لیکن سہارنپور کا قیام بہت مختصر رہا، ان دنوں دیوبند میں حضرت مولانا محمود حسنؒ مسند تدریس پر فائز تھے، اور مولانا باقاعدہ ان کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو گئے، اور ان سے معقولات، منقولات اور ہر قسم کی کتب درسیہ کی تکمیل کی، اور اس طرح حضرت مولانا عبدالمنان وزیر آبادی اور دیوبند کے درس حدیث میں جو فرق و امتیاز تھا، اس سے بھی استفادہ کیا، دیوبند کی سند کو مولانا اپنے لئے باعث فخر قرار دیتے تھے، دیوبند سے فراغت کے بعد انھوں نے کانپور کا عزم کیا، ان دنوں مسند تدریس پر مولانا احمد حسن مہتمم تھے، معقول و منقول میں ان کی مہارت کی وجہ سے حلقہ طلبہ میں ان کے درس کی بڑی شہرت تھی، اس لئے مولانا نے ان سے استفادہ ضروری سمجھا، ۱۸۹۲ء میں مولانا نے مدرسہ فیض عام کانپور سے

سند فراغت حاصل کی۔ ۵۔

ان مختلف مدارس کے اسلوب تدریس میں نمایاں فرق تھا، مولانا نے اپنی خود نوشت سوانح میں بھی اس کا ذکر کیا ہے، مگر فرق کی نوعیت واضح نہیں فرمائی، مولانا لکھتے ہیں:

”پنجاب میں حافظ عبد المنان صاحب مرحوم میرے شیخ الحدیث تھے، دیوبند میں مولانا محمود حسن صاحب اور کان پور میں مولانا احمد حسن صاحب استاذ العلوم والفنون میرے شیخ الحدیث تھے، اس لئے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے جو طرز تعلیم سیکھا، وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے، جس کے ذکر کا یہ موقعہ نہیں“۔ ۶۔

مولانا کی تفسیر نویسی:

مختلف میدانوں میں بیک وقت کام کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا تفسیر نویسی جیسی عظیم و جلیل دینی خدمت سے غافل نہ رہے، انھوں نے قرآن کریم کی مختلف انداز سے باقاعدہ چار تفسیریں لکھی، دو عربی میں، اور دو اردو زبان میں، دو پایہ تکمیل کو پہنچ کر بہت مقبول ہوئیں، اور دو ناقص ہی رہ گئیں، ان کی تکمیل کا انھیں موقع نہ ملا، آپ نے اپنی زندگی میں ان کے علاوہ ایک پانچویں تفسیر بھی لکھی ہے، جو ”برہان التفاسیر“ کے نام سے موسوم ہے، یہ اصلاً مجلہ اہل حدیث امرتسر میں مضمون کی شکل میں قسط وار شائع ہوتی رہی تھی، اس کے علاوہ انھوں نے علوم القرآن پر بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ۷۔

تفسیر کا تعارف

مولانا کی جو دو تفسیریں پایہ تکمیل کو پہنچیں، اور جنھیں شہرت و بقائے دوام حاصل ہے، ان میں سے ایک عربی تفسیر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ ہے، دوسری ”تفسیر ثنائی“ جو اردو میں ہے، عربی تفسیر ایک جلد میں ۸۸۱ سائز کی ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس عربی تفسیر کو مولانا نے ۱۳۳۱ھ میں مکمل کیا، اور ان کی حیات میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے، پہلا ایڈیشن ۱۹۰۳ء میں امرتسر سے

(جو ۵۰۸ صفحات پر مشتمل ہے، دوسرا ۱۹۲۹ء رمضان میں آفتاب برقی پریس، شہر امرتسر سے جو ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے) نکلے، عرصہ کے بعد اس کا اب تیسرا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا۔ ۸۔

انداز بحث:

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اپنی اس تفسیر میں یہ اہتمام فرمایا ہے، کہ قرآن کی تفسیر قرآن کی آیات سے کی جائے، یہ انداز تفسیر یعنی تفسیر القرآن بالقرآن سب سے اعلیٰ اور پسندیدہ ہے، چونکہ یہ کام کافی مشکل ہے، اس لئے اس انداز کی تفاسیر بہت ہی کم لکھی گئی ہیں، خاص طور سے ہندوستان میں لکھی جانی والی تفاسیر میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی تفسیر ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے، کہ یہ تفسیر نہ صرف ملک میں بلکہ بیرون ملک میں بھی بہت مشہور ہے۔

مولانا اپنی تفسیر کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اما بعد، فیا اخوانی المسلمین انا صنفت بحول الله وقوته کتبا کثیرا فی تائید الاسلام، وتردید الکفر والبدعة والطغیان، وشیدت ارکان سنت النبی علیہ السلام متوکلا علی الله الرحمن، منها تفسیر القرآن بکلام الرحمن، التزمت فیہ أن فسر القرآن بالفرقان كما هو اصل مقرر عند أهل العلم والبيان، وبذلت فیہ وسعی والله یعفو عن زلتی۔

اما بعد: اے مسلمان بھائیو: میں نے اسلام کی تائید اور کفر و بدعت اور سرکشی کے خلاف بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، میں نے سنت نبوی ﷺ کے ارکان کو اللہ رحمٰن پر توکل کرتے ہوئے مضبوط کیا ہے، ان کتابوں میں سے ایک ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ ہے، میں نے اس میں یہ التزام کیا ہے، کہ قرآن کی تفسیر فرقان حکیم سے کروں، کیوں کہ اہل علم و بیان کے نزدیک یہی اصل طریقہ ہے، میں نے اس کام میں اپنی وسعت کے مطابق کوشش کی ہے، اگر کوتاہی رہ گئی ہے، تو اللہ میری لغزش کو معاف فرمائے۔ ۹۔

خصوصیات:

اس تفسیر کے متعلق سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں: ”مولانا کے ہمیشہ یادگار کاموں میں سب سے بڑا کام یہ ان کی عربی تفسیر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ ہے، یہ غالباً عالم اسلام میں پہلی تفسیر ہے، جو اس اصول پر لکھی گئی ہے، کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرے، حالاں کہ یہ اصول کہ ”القرآن یفسر بعضہ بعضاً“ نظری حیثیت سے علماء میں مدتوں سے مسلم ہے، مگر علمی حیثیت سے اسے کر کے اب تک کسی نے دکھایا بھی ہو، تو اس وقت موجود نہیں، اس بناء پر اس تفسیر کی خصوصیت بہت کچھ تعریف و توصیف کی مستحق ہے“۔ ۱۰۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ یہ تفسیر فقہاء اور ارباب کلام میں سے کسی ایک مخصوص مذہب پر نہیں لکھی گئی بلکہ جہاں سے بھی حق پایا گیا وہیں سے اپنایا گیا۔ جیسے آپ قرآن کی آیت کا سہارا لیتے ہوں، اللہ کا قول ہے ”فَبَشِّرْ عِبَادِ، الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ“ (الزمر ۱۸، ۱۷)۔ ۱۱۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

تفسیر القرآن بالقرآن کا پہلا ماخذ خود قرآن کریم ہے، چنانچہ ایسا بکثرت ہوتا ہے، کہ کسی آیت میں کوئی بات مجمل اور تشریح طلب ہوتی ہے، تو خود قرآن حکیم ہی کی کوئی دوسری آیت اس کے مفہوم کو واضح کر دیتی ہے، اس لئے مولانا امرتسریؒ نے اپنی تفسیر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ کو اسی نہج پر رقم فرمایا، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

- (۱) ارشاد باری ہے، ”وَأَقِمْوُا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِينَ“۔ (البقرہ ۴۳)۔
- (نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں، ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ)۔
- مولانا امرتسریؒ نے آیت بالا کی تفسیر میں درج ذیل آیات ذکر کی ہیں:
- اللہ تعالیٰ کا قول ہے، ”يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاٰكِعُونَ“۔ (المائدہ ۵۵)۔

(جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں)۔

دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے، ”إِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ“۔ (المرسلات ۴۸)۔

(جب ان سے کہا جاتا ہے، کہ (اللہ کے آگے) جھکو، تو نہیں جھکتے)۔ ۱۲۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ“۔ (البقرہ ۱۲۴)۔

(یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا، تو

اس نے کہا، ”میں تمہیں سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں“، ابراہیمؑ نے عرض کیا، ”اور کیا میری

اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اس نے جواب دیا، میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔“)

مولانا اس آیت کی تفسیر قرآن کریم کی دوسری آیات سے فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

ابراہیمؑ کو احکام عدیدہ (چند احکام) کا حکم دیا، تو آپؑ نے ان احکامات کو سرختم تسلیم کر کے پورا کر

لئے، جیسا کہ خود اللہ فرماتا ہے، ”إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ“۔ (البقرہ

۱۳۱)۔ (اس کا حال یہ تھا کہ اس کے رب نے اس سے کہا، ”مسلم ہو جا“، تو اس نے فوراً کہا، میں

مالک کائنات کا مسلم ہو گیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنے کلام کے بدولت امامت پر فائز کیا،

قرآن کی دوسری آیت میں آیا: ”ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا“ (النحل ۱۲۳)

(پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیمؑ کی پیروی کرو، جو ہر باطل سے الگ تھا)۔

نیز اس امامت و رسالت کا محل بھی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کون اس کا حق ادا کرے، قرآن میں

دوسری جگہ اس کی وضاحت ہے ”اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ“۔ (انعام ۱۲۴) (اللہ زیادہ بہتر

جانتا ہے، کہ اپنی پیغامبری کا کام کس سے لے، اور کس طرح لے)۔ ۱۳۔

(۳) قول ربّانی ہے، ”فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون“۔ (البقرہ ۱۵۲)۔

(تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو)۔

مولانا اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ یہاں پر ناشکری سے مراد ارسال رسولؐ کی ناشکری ہے، یہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا احسان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ“ (ال عمران ۱۶۴) (درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے، کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا)۔ ۱۴۔

(۴) ارشاد ہے: ذَلِك بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (انفال ۵۳) (یہ اللہ کی اس نعمت کے مطابق ہوا، کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو، اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرز عمل کو نہیں بدل دیتی)۔

مولانا لکھتے ہیں کہ کفر کی وجہ سے لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا، اور تائید میں قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے ”أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبُورِ، جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ“ (ابراہیم ۲۷/۲۹) (تم نے دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی نعمت پائی، اور اسے کفران نعمت سے بدل ڈالا، اور (اپنے ساتھ) اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا، یعنی جہنم میں جھلسے جائیں گے، اور وہ بدترین جائے قرار ہے)۔ ۱۵۔

(۵) ارشاد ہے: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِعُضُغُثُمُ أَوْلِيَاءَ بَعْضُ (انفال ۷۳) (جو لوگ منکر حق ہیں، وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں)۔

آیت مذکورہ کی تفسیر کے ضمن میں، مولانا نے قرآن کی دوسری آیت پیش کی ہے ”وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا“ (النساء ۵۱) (اور کفار (مشرکین عرب) کے متعلق کہتے ہیں، کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں)۔ ۱۶۔

خلاصہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (۱۸۶۸ء - ۱۹۴۸ء) کی تفسیر ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ سے مترشح ہے کہ اسمیں تفسیر الآیات بالآیات کا اہتمام کیا گیا ہے، یہ طرز تفسیر ایک مشکل ترین کام ہے کیونکہ تمام قرآنی آیات کا ہمہ وقت استحضار اور ان کے مفاہیم پر دسترس نیز ایک آیت کا ربط دوسری آیت سے بھی اچھی طرح معلوم ہو، کیونکہ اس کے بغیر ادائیگی مفہوم ناممکن ہے، ویسے تو قرآنی تفسیر کی اساس، قرآن ہی ہے، لیکن اس طرز کو اختیار کرتے ہوئے قرآن کریم کی مکمل تفسیر و تشریح ذرا مشکل ہے خاص کر احکام اور مسائل کی، آیات کو اس طرح واضح کرنا کہ قارئین کے ذہن میں پوری بات اور مسئلہ مبرہن ہو جائے، یہ کام احادیث اور عقلی دلائل کے بغیر تقریباً ممکن نہیں ہے، مذکورہ تفسیر میں کسی حد تک ان سب پہلوؤں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

حوالہ جات

- | | | |
|----------------------|----------|--|
| ثناء اللہ امرتسری | ص ۸۳۴ | (۱) قرآن مجید مع تفسیر ثنائی |
| " " " | ص ۸۳۴ | (۲) " " " |
| " " " | ص ۵ | (۳) تفسیر ثنائی |
| " " " | ص ۳۶ | (۴) فضل الرحمن بن میاں محمد |
| " " " | ص ۸۳۵ | (۵) قرآن مجید مع تفسیر ثنائی |
| " " " | " " " | (۶) " " " |
| | | (۷) ہفتہ وار مجلہ |
| خدا بخش لاہوری، پٹنہ | ص ۳۰۴ | (۸) قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برسوں میں |
| ثناء اللہ امرتسری | ص ۱ | (۹) تفسیر الرحمن بکلام الرحمن |
| اکتوبر، ۱۹۲۹ء | ج ۳۱۵/۲۴ | (۱۰) معارف |
| ثناء اللہ امرتسری | ص ۸ | (۱۱) تفسیر الرحمن بکلام الرحمن |
| " " " | ص ۱۸ | (۱۲) " " " |
| " " " | ص ۲۶ | (۱۳) " " " |
| " " " | ص ۲۹ | (۱۴) " " " |
| " " " | ص ۱۴۴ | (۱۵) " " " |
| " " " | ص ۱۴۶ | (۱۶) " " " |

باب چہارم:

تفسیر تدبر قرآن کا مطالعہ

تفسیر تدبر قرآن کا مطالعہ

مولانا امین احسن کا اجمالی تعارف:

مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی ولادت اعظم گڑھ کے گاؤں ”بمہور“ میں ہوئی، یہ گاؤں اعظم گڑھ شہر سے پورب میں تقریباً ۶ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، والد کا نام نامی حافظ وحاجی محمد مرتضیٰ تھا، خانگی معاملات کی دیکھ ریکھ اور کھیتی باڑی کی نگرانی ان کی خاص مصروفیات تھیں، مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے اور دو بھائی جناب مشیر احسن اصلاحی اور جناب سلطان احمد صاحب تھے۔

مولانا اصلاحیؒ جب مدرسۃ الاصلاح میں داخل ہوئے، اس وقت وہ پوری طرح مولانا شبلی نعمانیؒ کے خیالات و نظریات کے زیر اثر تھا، اور ان کے تلامذہ کے ذریعہ وہاں ان کی تعلیمی پالیسی نافذ و جاری تھی، اسی ماحول میں ان کی علمی اور فکری صلاحیتیں بیدار ہوئیں، اور جن اساتذہ نے ان کی نشو و نما اور تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا، وہ سب دبستان شبلی کے خصوصی تربیت یافتہ تھے، ان کی تعلیم و تربیت کا یہ ابتدائی مرحلہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۲ء کے عرصہ پر محیط ہے۔

مولانا اصلاحیؒ کی علمی زندگی کا دوسرا مرحلہ ”بجنور اور لکھنؤ“ سے وابستہ ہے، بجنور میں آپ نے اس وقت کے مشہور اخبار ”مدینہ“ کے نائب مدیر کی حیثیت سے کام کیا، وہیں سے بچوں کا ایک ہفت روزہ رسالہ ”غنجہ“ شائع ہوتا تھا، کچھ دنوں اس کی ادارت کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔

مولانا اصلاحیؒ کا مدرسۃ الاصلاح میں بحیثیت مدرس قیام ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۳ء کے عرصہ پر محیط ہے، ۱۹۲۵ء میں جب وہ مدرسہ میں آئے، تو مولانا فراہی کو مدرسہ کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے تقریباً پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا، اور وہ اپنے علمی اور فکری کاموں کے ساتھ ساتھ اس مدرسہ کو ایک مخصوص جہت دینے میں مصروف تھے، ۱۹۳۰ء میں وفات سے پہلے انھوں نے اس سلسلہ کا بنیادی کام پورا کر لیا تھا، اس کے اغراض و مقاصد کا تعین ہو چکا تھا، نصاب تعلیم متعین اور نافذ ہو چکا تھا، اب ضرورت اس بات کی تھی، کہ اس فکری امانت کی توسیع و اشاعت کے ساتھ ساتھ خود مدرسہ

میں اس فکر کی اساس کو اتنا استوار اور پختہ کر دیا جائے، کہ وہ اس کے تشخص کا ایک حصہ اور اس کی شناخت بن جائے، اس مشن کی تکمیل میں مولانا امین احسن اصلاحی کا بڑا حصہ رہا ہے، آپ کے خاص اساتذہ تین ہیں، مولانا حمید الدین فراہیؒ، استاذ الاساتذہ مولانا شبلی متکلم ندوی اور مولانا عبد الرحمن نگرانی ہیں۔

تفسیر کا تعارف

مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے تفسیر تدبر قرآن ۱۹۵۸ء میں لکھنا شروع کیا، ۱۹۶۶ء میں اس کی پہلی جلد مکمل کی تفسیر کی تکمیل ۱۹۸۰ء میں کی، ابتداء میں یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی، اب یہ نو جلدوں میں چھپ رہی ہے، اس تفسیر کی تالیف پر ۲۳ برس کی طویل مدت صرف ہوئی، اس طرح باقاعدہ کتابی صورت میں اس کی طباعت ۱۹۶۷ء سے شروع ہوئی، اور آٹھ جلدوں میں اس کی پہلی اشاعت فاراں فاؤنڈیشن لاہور پاکستان سے ۱۹۸۰ء میں مکمل ہوئی، بعد میں اس کے ایڈیشن نو جلدوں میں نکلے، بھارت میں ۱۹۸۹ء میں تاج کمپنی دہلی سے بھی یہ تفسیر شائع ہو چکی ہے۔

انداز بحث:

مولانا اصلاحیؒ کا طریقہ تفسیر ”تفسیر القرآن بالقرآن“ کے اصول پر مبنی ہے، ان کے نزدیک نظم قرآن، سیاق و سباق اور نظائر و شواہد کا لحاظ تفسیر قرآن کا ایک ناگزیر ذریعہ ہے فرماتے ہیں کہ ”میں نے نہ صرف آیات کے نظم اور ان کی تاویل کے تعین میں اصلی اعتماد قرآن کے شواہد و نظائر پر کیا ہے، بلکہ الفاظ و اسالیب کی مشکلات میں بھی بیشتر قرآن ہی سے استفادہ کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے، بلکہ صرف یہ کہ معانی و حقائق کی طرح قرآن اپنی ادبی و نحوی مشکلات کے حل کے لئے بھی سب سے زیادہ مستند مرجع و ماخذ ہے“۔ ۲۔

تفسیر لکھنے کا مقصد مولانا اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں: ”اس کتاب کے لکھنے سے میرے پیش نظر قرآن کریم کی ایک ایسی تفسیر لکھنا ہے، جس میں میری دلی آرزو اور پوری کوشش اس امر کے

لئے ہے، کہ میں ہر قسم کے بیرونی لوٹ اور لگاؤ اور ہر قسم کے تعصب و تخریب سے آزاد و پاک ہو کر ہر آیت کا وہ مطلب سمجھوں اور سمجھاؤں، جو فی الواقع اور فی الحقیقت اس آیت سے نکلتا ہے،“ ۳۔

اصول فہم قرآن:

مولانا اصلاحی تفسیر میں جن ذرائع و مسائل سے استفادہ کرتے ہیں، ان کو انھوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک فہم قرآن کے داخلی و مسائل اور دوسرے فہم قرآن کے خارجی و مسائل:

فہم قرآن کے داخلی و مسائل:

قرآن کی زبان، اس ضمن میں مولانا لکھتے ہیں کہ ”میں نے زبان کے مسئلے کو محدود مفہوم میں نہیں بلکہ نہایت وسیع مفہوم میں لیا ہے، اصل چیز جو قرآن کے سمجھنے میں کارآمد ہے، وہ اس زبان و ادب کا اعلیٰ مذاق ہے“

نظم: مولانا نے نظم قرآن کے سلسلے میں سلف کا مسلک، نظم کی قدر و قیمت، نظم کا اشکال، قرآن کے مجموعی نظام کا ظاہری پہلو، قرآن کے مجموعی نظام کا مخفی پہلو تفصیل سے واضح کیا ہے۔ مولانا اصلاحی نظم قرآن کو انتہائی اہمیت دیتے ہوئے اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں ”میں نے اس تفسیر میں چوں کہ نظم کلام کو پوری اہمیت دی ہے، اس وجہ سے ہر جگہ میں نے ایک ہی قول اختیار کیا ہے“ ۴۔

تفسیر القرآن بالقرآن: مولانا فرماتے ہیں کہ ”جو چیز میں نے اپنی تفسیر میں، میں نے بطور اصول کے پیش نظر رکھی ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن کی مدد سے کی جائے، قرآن نے خود اپنی تعریف کتابا متشابھا کے الفاظ سے کی ہے“۔

فہم قرآن کے خارجی و مسائل:

سنت متواترہ و مشہورہ: صاحب ”تدبر قرآن“ فرماتے ہیں کہ ”جہاں تک قرآن کی

اصطلاحات کا تعلق ہے، مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، عمرہ، قربانی، مسجد حرام، صفا مروہ، سعی، طواف وغیرہ، ان کی تفسیر سو فی صدی سنت متواترہ کی روشنی میں کی ہے، البتہ ان کے اسرار و مصالح میں نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس بات میں رہنمائی قرآن اور صحیح احادیث سے حاصل کی ہے۔

احادیث و آثار صحابہ: مولانا اصلاحی لکھتے ہیں کہ ”میں احادیث کو تمام تر قرآن ہی سے ماخوذ و مستنبط سمجھتا ہوں، اس وجہ سے میں نے صرف ان ہی احادیث تک استفادہ کو محدود نہیں رکھا، جو قرآن کی کسی آیت کے تعلق کی صراحت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، بلکہ پورے ذخیرہ احادیث سے اپنی امکان کی حد تک فائدہ اٹھایا ہے، خاص طور پر حکمت قرآن کے مسائل میں۔“

شان نزول کے سلسلے میں مولانا فرماتے ہیں کہ ”میں نے واقعات کو صرف ان ہی آیات کی تفسیر میں اہمیت دی ہے، جن میں کسی واقعہ کی تصریح یا تلخیص ہے، اور ان کو بھی ان تمام غیر ضروری تفصیلات سے الگ کر کے لیا ہے، جن کی تائید قرآن کے الفاظ یا اشارات سے نہیں ہوئی۔“

کتب تفسیر کے ضمن میں مولانا لکھتے ہیں کہ ”ہم ہر سورہ اور ہر آیت پر اس کے الفاظ، اس کے سیاق و سباق، اس کے نظم اور قرآن میں اس کے شواہد و نظائر کی روشنی میں غور کرتے ہیں، اس طرح جو باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں، مزید اطمینان کے لئے ان کو تفسیروں میں بھی دیکھ لیتے ہیں، جس نتیجہ تک ہم پہنچے ہیں، ان کی تائید اگر تفاسیر سے بھی ہو جاتی ہے، تو اس سے مزید اطمینان حاصل ہو جاتا ہے، اگر تفاسیر سے اس کی تائید نہیں ہوتی، تو اس پر غور و فکر جاری رکھتے ہیں، تا آنکہ یا تو اپنی غلطی دلائل کے ساتھ واضح ہو جائے، یا تفسیروں میں جو بات ہے، اس کے ضعف کے وجوہ دلائل سامنے آ جائیں۔“

قدیم آسمانی صحیفے: اس کے تحت مولانا لکھتے ہیں کہ ”میں نے بحث و تنقید کی بنیاد توریت و انجیل پر رکھی ہے، جہاں فرق ہے، وہاں قرآن کے بیان کی حجت و قوت واضح کر دی ہے۔“

تاریخ عرب کے بارے میں صاحب ”تدبر قرآن“ رقمطراز ہیں کہ ”میں نے تاریخ کی

روایات میں سے انہیں باتوں کو لیا ہے، جن کی تائید مجھے خود قرآن سے بھی حاصل ہوگئی ہے۔“ ۵۔

خصوصیات:

”تدبر قرآن“ کی سب سے اہم خوبی یہ ہے، کہ یہ تفسیر القرآن بالقرآن کی مدد سے کی گئی تفسیر ہے قرآن کریم میں جو تکرار پائی جاتی ہے، اس کے متعلق مولانا اپنا نظریہ رکھتے ہیں کہ ”قرآن مجید تکرار محض سے بالکل پاک ہے، اس میں ایک بات جو بار بار آتی ہے، تو بعینہ ایک ہی پیش و عقب اور ایک ہی قسم کے لواحق و تخمینات کے ساتھ نہیں آتی، بلکہ ہر جگہ اس کے اطراف و جوانب اور اس کے تعلقات و روابط بدلتے ہوئے ہوتے ہیں، مقام کی مناسبت سے اس میں مناسب حال تبدیلی ہوتی ہے، ایک مقام میں ایک پہلو مخفی ہوتا ہے، دوسرے مقام میں وہ واضح ہو جاتا ہے، ایک جگہ اس کا اصل رخ غیر معین ہوتا ہے، دوسرے سیاق و سباق میں وہ رخ بالکل معین ہو جاتا ہے۔“ ۶۔

جس طرح آپ نے آیات کے نظام اور ان کی تاویل کے ضمن میں قرآنی وسائل پر ہی اصل انحصار کیا ہے، اسی طرح ادبی و نحوی مشکلات میں قرآن کو اصل ماخذ مانتے ہوئے اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، مثلاً آیت ”فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ“ (عبس ۳۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں، صاختہ کے معنی بھری کر دینے والی کڑک یا چیخ کے ہیں، جس طرح سورہ نازعات میں لفظ ”طَّامَّةٌ“ آیا ہے، اسی طرح اس سورہ میں لفظ ”صَّاخَّةٌ“ آیا ہے، یہ تفسیر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے، کہ صور، قیامت کی پہلی کڑک ہی ایسی ہولناک ہوگی، کہ کانوں کو بہرا کر دے گی۔ ۷۔

تدبر قرآن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ تفسیر آیات سے قبل پوری سورہ کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ سورہ کن کن موضوعات اور کن کن مسائل پر مبنی ہے، نیز اس کا بھی التزام و اہتمام کیا گیا ہے کہ سورہ کا ماقبل اور مابعد سورہ سے کیا ربط ہے، اور جس میں بالعموم سورہ کا ماحصل بیان کیا جاتا ہے۔ ۸۔

تدبر قرآن کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں عصمت رسولؐ اور ناموس صحابہؓ کا مومنانہ دفاع کیا گیا

ہے، دفاع رسولؐ کی مثال، سورہ عبس کی آیات ”عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی“ کی تفسیر میں، مفسرین نے عموماً لکھا ہے، کہ اس میں نبی کریم ﷺ کو جو تنبیہ کی گئی ہے، وہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کے، حضور ﷺ کی اس مجلس میں آجانے پر آپؐ کے اظہار ناگواری کی وجہ سے کی گئی ہے، جس میں آپ قریش کے اعیان کو اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے،

مولانا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”اس ناگواری کی وجہ العیاذ باللہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ وہ نادار اور نابینا تھے، ناداروں اور نابیناؤں کی قدر نبیؐ سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ البتہ حضورؐ کو یہ اندیشہ ہوا ہوگا، کہ ان وحشیوں کو ذرا مانوس کرنے کرنے کا جو موقع میسر آیا ہے، ام مکتوم کے آجانے سے وہ ضائع ہو جائے گا، علاوہ ازیں آپ کے لئے یہ خیال بھی باعث تردد ہوا ہوگا، کہ ممکن ہے یہ اپنی بڑائی کے نشہ میں آپ کے ایک محبوب صحابی کی کوئی توہین یا دل آزاری کر بیٹھیں، جس سے مزید بد مزگی پیدا ہو“۔ ۹۔

تفسیری افکار:

مولانا اصلاحی رقمطراز ہیں کہ ”میں نے جو استفادہ اپنے استاذ محترم علامہ حمید الدین فراہیؒ سے حاصل کیا، اس کی شکل یہ نہیں رہی ہے، کہ ہر آیت سے متعلق یقین کے ساتھ ان کی رائے میرے علم میں آگئی ہو، بلکہ میں ان سے قرآن مجید پر غور کرنے کے اصول سیکھے ہیں، اور خود ان کی رہنمائی میں پورے پانچ سال ان اصولوں کا تجربہ کرنے میں بسر کئے ہیں، پھر انہی اصولوں کو سامنے رکھ کر آج تک کام کرتا رہا ہوں“۔ ۱۰۔

مولانا نے اگرچہ خارجی وسائل سے بھی تدبر قرآن میں استفادہ کیا ہے، مگر ان کے نزدیک ان کی حیثیت ثانوی ہے، مولانا کے اصلی مآخذ داخلی وسائل ہی ہیں، اور یہی تین چیزیں یعنی قرآن کی زبان، نظم، اور نظائر و شواہد تدبر قرآن میں غالب شکل میں نظر آتی ہیں، مولانا نے براہ راست غور و فکر کے ذریعہ تفسیر کی ہے، گرچہ آپ تفسیر میں غیر تقلید رویہ اختیار کرتے ہیں، مگر نتیجہ میں آپ ائمہ

سلف و خلف سے بالکل ہم آہنگ ہو جاتے ہیں، اور یہ تفسیر سلف صالحین کے انداز کی تفسیر بن جاتی ہے، جس میں سب سے زیادہ تفسیر و تاویل آیات بالآیات ہی سے کی گئی ہے۔
اس سلسلے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اللہ کا ارشاد ہے: ”مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ“ (انبیاء/۲)
(ان کے رب کی طرف سے جو تازہ یاد دہانی بھی ان کے پاس آتی ہے، یہ اس کو بس مذاق کرتے ہوئے سنتے ہیں)۔^{۱۱} فرمایا کہ ان کے اندر غفلت اور لا ابالی پن کے ساتھ سرمستی اور شرارت بھی ہے، کہ ان کو بار بار گونا گوں پہلوؤں اور اسلوبوں سے یاد دہانی کی جا رہی ہے، لیکن جو تازہ تذکیر و تنبیہ بھی ان کے پاس آئی ہے، اس کو سنجیدگی کے ساتھ سنتے اور اس پر غور کرنے کے بجائے اس کو ہنسی مسخری میں اڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورہ طہ (آیت ۱۱۳) میں فرمایا ہے، ”وَكَذَلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا“۔^{۱۲} (اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن بنا کر اتارا اور اس میں اپنی وعید گونا گوں پہلوؤں سے واضح کر دی، کہ وہ خدا کے عذاب سے بچیں، یا ان کے اندر ہماری یاد دہانی کو تازہ کر دے)۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے صرف ایک بار ان کو سنا دینے ہی پر بس نہیں کیا، بلکہ ان کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے تازہ بہ تازہ یاد دہانی بھیجیں، لیکن وہ متنبہ ہونے اور ان کی قدر کرنے کے بجائے ہر تذکیر کو اپنے مذاق کا موضوع بنا لیتے ہیں۔^{۱۳}۔

تفسیر الآیات بالآیات کی مثالیں:

تفسیر القرآن بالقرآن، یہ حقیقت بالکل مسلمہ ہے، کہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اپنی تفسیر میں ”تفسیر الآیات بالآیات“ کا خاص اہتمام کیا ہے، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ”فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ“

(البقرہ/۳۷) (اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی، جس کو اسکے رب نے قبول کر لیا، کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا اصلاحیؒ نے سورہ اعراف کی آیت کا حوالہ دیا ہے، لکھتے ہیں، ”تلقی“ کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ توبہ کے یہ الفاظ حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے، دوسری جگہ قرآن شریف میں ان الفاظ کا حوالہ بھی دیا ہے، ارشاد باری ”قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ“ (الاعراف/۲۳)

(اور ان دونوں نے دعا کی، کہ اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا، اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا، تو ہم برباد ہونے والوں میں سے بن جائیں گے)۔ ۱۴۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا قول ہے، ”وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظِلْمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ“ (انعام/۵۹) (اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، بحر و بر میں جو کچھ ہے، سب سے وہ واقف ہے، درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو، زمین تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں، جس سے وہ باخبر نہ ہو، خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے)۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا اصلاحیؒ نے سورہ شوریٰ کی آیت پیش کی ہے، لکھتے ہیں، ”مفتاح“ مفتاح کی جمع ہے، جس کے معنی کنجی کے ہیں، یعنی غیب کے خزانوں کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں، اس کے سوا ان کا علم کسی کے پاس نہیں ہے، لہذا قرآن کریم نے خود دوسری جگہ اس کی وضاحت فرمائی، قول ربانی ہے، ”لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ“ (شوریٰ/۱۲) (اسی کے قبضہ میں آسمان اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ جس کے لئے چاہتا ہے، رزق کشادہ کر دیتا ہے، جس کے لئے چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے)۔ ۱۵۔

(۳) ارشاد باری ہے، ”فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون“ (البقرہ/۱۵۲)

(تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو)۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا اصلاحیؒ لکھتے ہیں، کہ بعینہ اسی طرح کی یاد دہانی بنی اسرائیل کو بھی کی گئی تھی، اس ذیل میں انھوں نے یہ آیت درج کی ہے، ”اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِي اَوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَاَرْهَبُونَ“ (البقرہ ۴۰) (میری اس نعمت کو یاد رکھو، جو میں نے تم پر کی ہے، اور میرے عہد کو پورا کرو، میں اس عہد کو پورا کروں گا، جو میں نے تم سے کیا ہے، اور مجھ ہی سے ڈرو)۔ ۱۶۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوضٌ“ (الصف ۴) (اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں، جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں، گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں)۔

مولانا اصلاحیؒ رقمطراز ہیں کہ ”مذکورہ آیت کریمہ میں منافقین کی اصل کمزوری سے پردہ اٹھایا گیا ہے“ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً“ (النساء ۷۷) (تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا، جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو، اب جو انھیں لڑائی کا حکم دیا گیا، تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے، کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں، جیسا خدا سے ڈرنا چاہیے، یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر)۔

ایک اور جگہ انہی لوگوں کو ان الفاظ میں ملامت فرمائی ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتِلُكُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ“ (التوبة ۳۸) (اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا، تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے، کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟) مزید ان لوگوں کی بزدلی کا حال یہ تھا کہ اگر مارے باندھے جنگ کے لئے نکلتے بھی، تو صف بستہ اور سینہ سپر ہو کر لڑنے کا حوصلہ نہ کرتے، اس بزدلی کی تصویر یوں بیان کی گئی ہے، ”لَوْ يَجِدُونَ

مَلَجًا أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدْخَلًا لَّوَلَوْ اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ“ (التوبة/۵۷) (اگر وہ پاجائیں کوئی پناہ گاہ یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ، تو بھاگ کر اس میں جا چھپیں)۔ ۷۱۔

(۵) ارشاد ربانی ہے، ”قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ (الجمعة/۶) (ان سے کہو: اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو، اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہے، باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے چہیتے ہو، تو موت کی تمنا کرو، اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو)۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا اصلاحیؒ لکھتے ہیں، کہ ”یہود سے زیادہ بزدل کوئی نہیں، آگے وہ ”تفسیر الآیات بالآیات“ کے اسلوب کی پیش نظر رکھتے ہوئے بطور تشریح درج ذیل آیات کو پیش کرتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بُنْيَانًا مَّرْصُوصًا، وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تَقُولُونَ لِمَ تَقُولُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ، (الصّف/۵۴ تا ۵۵) (اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں، جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں، گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، اور یاد کرو موسیٰ کی وہ بات جو انھوں نے اپنی قوم سے کہی تھی، کہ اے میری قوم کے لوگو، تم کیوں مجھے اذیت دیتے ہو، حالاں کہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں؟ پھر جب انھوں نے ٹیڑھ اختیار کی، تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھ کر دیئے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا)۔

یہودی قبیلہ بنو قریظہ اور ان کے حلیفوں کی بزدلی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے، ”أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِّنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ، لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ“ (حشر/۱۳ تا ۱۴) (ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمہارا خوف ہے، اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں، جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے، یہ کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تمہارا مقابلہ نہ کریں گے، لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے

چھپ کر، یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو، مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں، ان کا یہ حال اس لئے ہے، کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔

یہی مضمون نسبت تفصیل سے ان آیت میں آیا ہے، ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ، وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ“ (البقرہ ۹۴/۹۵/۹۶)۔ (ان سے کہو: کہ اگر واقعی اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لئے مخصوص ہے، تب تمہیں چاہئے، کہ موت کی تمنا کرو، اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو، یقین جانو، کہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے، اس لئے کہ اپنے ہاتھوں جو کچھ کما کر انھوں نے وہاں بھیجا ہے، اس کا اقتضاء یہی ہے، (کہ وہاں جانے کی تمنا نہ کریں) اللہ ان ظالموں کے حال سے خوب واقف ہے، تم انہیں سب سے بڑھ کر جینے کا حریص پاؤ گے، حتیٰ کہ یہ اس معاملے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے، کہ کسی طرح ہزار برس جیئے)۔ ۱۸۔

خلاصہ

”تذبرقرآن“ کا امتیاز یہ ہے کہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ (۱۹۰۴ء-۱۹۹۷ء) نے اپنی تفسیر کی بنیاد مروجہ تفسیری اصولوں پر نہیں رکھی، آپ کے یہاں تفسیری وسائل دو طرح کے ہیں: داخلی اور خارجی: داخلی وسائل میں قرآن کی زبان اور اس کا نظم، جبکہ خارجی وسائل میں روایات و آثار و تاریخ وغیرہ شامل ہیں، اس تفسیر میں نظم قرآن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، نظم سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی ترتیب توقیفی ہے، یعنی قرآن کی آیات و سورتوں کی ترتیب اللہ کی مقرر کردہ ہے، یقیناً یہ ترتیب سماوی حکمتوں سے خالی نہیں، آیات و سورتوں کا نظم میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں، مفسر کے یہاں پورا قرآن نفس مضمون کے اعتبار سے سات حصوں میں منقسم ہے اور قرآن کی اصطلاحات کا مفہوم سنت متواترہ کی روشنی میں متعین کیا جائے گا جیسے نماز اور حج وغیرہ کی ادائیگی کا طریقہ امت کے اجتماعی تعامل سے طے ہوگا، جو آپؒ نے رائج کیا اور اجماع صحابہؓ سے بعد کے ادوار میں منتقل ہوا، آپ کی تفسیر، تفسیر الآیات بالآیات کی رو سے بھی نمایاں مقام کی حامل ہے، مفسر کے ان تفسیری اصولوں سے اختلاف کی گنجائش ہے اور ان آراء پر بھی جو اس کے نتیجے میں سامنے آتی ہیں، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ دنیائے تفسیر میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی تفسیر ہے اور تفسیر الآیات بالآیات پر مشتمل تفاسیر میں اسے امتیازی منزلت حاصل ہے۔

حوالہ جات

- (۱) علوم القرآن، علی گڑھ، خصوصی اشاعت ج ۱۳، ۱۵، جنوری ۱۹۹۸ء، دسمبر ۲۰۰۰ء
- (۲) تدبر قرآن ۱۴/۱ امین احسن اصلاحی
- (۳) ص ۱۳/۱
- (۴) ص ۱/۱
- (۵) ص ۱۴، ۲۰
- (۶) ص ۲۸/۱
- (۷) ۲۱۱/۹
- (۸) مقدمہ تدبر قرآن ج ۱، ص ۴، م، ع
- (۹) تدبر قرآن ۱۹۶/۹
- (۱۰) مقدمہ تدبر قرآن ۴۱/۱
- (۱۱) تدبر قرآن ۱۲۲/۵
- (۱۲) ۳۶۵، ۳۶۴/۵
- (۱۳) ص ۵۶۸/۱
- (۱۴) تدبر قرآن ۱۶۹/۱
- (۱۵) ۶۸/۳
- (۱۶) ۳۷۸، ۳۷۷/۱
- (۱۷) ۳۵۵، ۳۵۴/۸
- (۱۸) ۳۸۲، ۳۸۱/۷

کتابیات

کتابیات

عربی کتب

- (۱) الاقان فی علوم القرآن، السیوطی، جلال الدین، مصطفی البابی، الجبلی مصر، ۱۹۸۱ء
- (۲) ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم، ابوالسعود بن محمد العمادی الحنفی، قاہرہ ۱۹۷۱ء۔
- (۳) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر، جمیعۃ المعارف، مصر ۱۲۸۶ھ۔
- (۴) البحر المحیط، ابو حیان، السجادہ بجوار محافظہ، مصر ۱۳۲۸ھ۔
- (۵) البرہان فی علوم القرآن، الزرکشی، بدر الدین، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر، ۱۹۵۷ء۔
- (۶) التبیان فی تفسیر القرآن، الطوسی، ابن الحسین، احیاء التراث العربی، بیروت (ب، ت)
- (۷) التبیان فی علوم القرآن، الصابونی، محمد علی، دار الارشاد والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۷۰ء۔
- (۸) التخییر فی علم التفسیر، السیوطی، جلال الدین، وزارة الاوقاف، قطر، ۱۹۹۵ء۔
- (۹) ترتیب القاموس المحیط، الطرابلسی، طاہر احمد، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ، ۱۹۵۹ء۔
- (۱۰) تفسیر ابن مسعود، جمع و تحقیق، عیسوی، محمد احمد، شرکتہ الطباعت العربیہ السعودیہ، الرياض، ۱۹۸۵ء۔
- (۱۱) تفسیر بیضاوی، البیضاوی، ناصر الدین، جدۃ (ب۔ ت)
- (۱۲) تفسیر جلالین (کلاں) المحلی، جلال الدین، السیوطی، جلال الدین، ایم، بشیر حسن اینڈ سنس، کلکتہ، (ب، ت)
- (۱۳) تفسیر سفیان بن عیینہ، محاری، احمد صالح، المکتب الاسلامی، الرياض، ۱۹۸۳ء۔
- (۱۴) تفسیر الشیخ محی الدین بن عربی، ابن عربی، محی الدین، کریمی، پرلیس بمئی۔ ۱۲۹۱ھ
- (۱۵) تفسیر غریب القرآن، مسلم بن قتیہ، تحقیق، سید احمد صقر، دار احیاء الکتب العربیہ، مصر ۱۹۵۸ء۔
- (۱۶) تفسیر القرآن بکلام الرحمن، ثناء اللہ امرتسری، آفتاب برقی پرلیس امرتسر، ۱۹۲۹ء۔

- (١٧) تفسير القرآن العظيم، ابن كثير، دار المعارف، بيروت، ١٩٨٦ء -
- (١٨) التفسير الكبير، الرازي، فخر الدين، دار احياء التراث العربي، بيروت، ١٣٠٢هـ -
- (١٩) تفسير مجاهد، تقديم وتعليق، الطاهر بن محمد السورتي، خليفه بن حمد آل ثاني امير دولة، قطر، ١٩٤٦ء -
- (٢٠) تفسير مظهرى، ثناء اللہ پانی پتی، اشاعت العلوم الکابن، حیدرآباد دکن (ب، ت)
- (٢١) التفسير والمفسرون، حسين الذهبي، دار الكتب الحديثه، ١٩٤٦ء -
- (٢٢) تنوير الاذهان من تفسير روح البیان، حقی، اسماعیل، دار القلم، دمشق، ١٩٨٩ء -
- (٢٣) تهذيب التهذيب، العسقلاني، ابن حجر، دائرة المعارف، حیدرآباد دکن الهند، ١٣٢٥هـ
- (٢٤) جامع احكام القرآن، قرطبي، ابو عبد الله محمد بن احمد، دار احياء التراث العربي، بيروت، ١٩٩٥ء -
- (٢٥) جامع البيان عن تأويل القرآن، طبري، ابن جرير، دار الفكر، بيروت، ١٩٨٢ء -
- (٢٦) صحيح البخاري، البخاري، محمد بن اسماعيل، كتب خانه رشيديه دہلي، ١٣٥٤هـ -
- (٢٧) الدر المنثور في تفسير بالماثور، السيوطي، جلال الدين، دار الفكر، بيروت، ١٩٨٣ء -
- (٢٨) روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، آلوسي، السيد محمود، مصطفىايت، ديوبند (ب، ت)
- (٢٩) سواطع الالهام، فيضي، ابو الفيض، نولکشور لکھنؤ، ١٣٠٦هـ -
- (٣٠) شذرات الذهب في اخبار من ذهب، ابن العماد الحنبلي، ابو الفلاح عبد الحی، مطبعة القدسي، ١٣٥٠هـ -
- (٣١) طبقات المفسرين، الداؤودي، محمد بن علي بن احمد المالكي، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٨٣ء -
- (٣٢) فتح الباري بشرح صحيح البخاري، العسقلاني، ابن حجر، دار المعارف، بيروت، ١٣٤٩هـ -

(٣٣) فتح البيان في مقاصد القرآن، محمد صدیق حسن خان، ادارة احیاء التراث الاسلامی، قطر، ١٩٨٩ء۔

(٣٤) فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم تفسیر، الشوكاني، محمد بن علي بن محمد، دار المعارفة، بیروت (ب، ت)

(٣٥) فقه السنة، السيد سابق، دار الكتاب العربیة، بیروت، ١٩٤٤ء۔

(٣٦) كشف الظنون، حاجی خلیفہ، مصطفى بن عبد اللہ، المكتبة الاسلامیة، تہران، ١٩٦٤ء۔

(٣٧) لسان العرب، ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، الدار المصریة، طبع، ١٢٨٢ھ۔

(٣٨) المباحثہ العلمیة، احمد امین مصری، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد دکن (ب، ت)

(٣٩) مجموع الفتاوی، ابن تیمیہ، فہد بن عبد العزیز آل سعود، ١٣٩٨ھ۔

(٤٠) معالم التنزیل، البغوی، لابی محمد الحسین بن مسعود، مطبع صالحی، ١٢٤٢ھ۔

(٤١) مقدمہ ابن الصلاح ومحاسن الاصطلاح، ابن الصلاح، ابو عمر، دار الکتب، قاہرہ، ١٩٤٢ء۔

(٤٢) مقدمہ فی اصول التفسیر، علامہ ابن تیمیہ ص ٢٤ - قاہرہ، ١٣٩٤ھ

(٤٣) مناهل العرفان فی علوم القرآن، الزرقانی، عبد العظیم، دار احیاء الکتب العربیة، مصر، ١٩٥٣ء۔

(٤٤) نظرة عامة فی تاریخ التشریع الاسلامی، علی حسن عبد القادر، مطبع العلوم، ١٩٣٢ء۔

اردو کتب

- (۱) اردو تفاسیر کا تفسیری موقف، شاہد علی، سید، کاک آفسیٹ پرنٹرس، دہلی، ۲۰۰۹ء۔
- (۲) اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام پنجاب لاہور، ۱۹۶۲ء۔
- (۳) اصول تفسیر مترجم، ملیح آبادی، عبدالرزاق، اشرف پریس لاہور، ۱۹۶۳ء۔
- (۴) تابعین، معین الدین احمد ندوی، معارف اعظم گڑھ، ۱۹۵۶ء۔
- (۵) تاریخ التفسیر، صارم الازہری، عبد الصمد، مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۸۲ء۔
- (۶) تاریخ تفسیر و مفسرین، حریری، غلام احمد، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۵ء۔
- (۷) التحریری فی اصول التفسیر، محمد مالک، قرآن محل کراچی (ب، ت)
- (۸) تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، مکتبہ جدید پریس، لاہور، ۱۹۷۹ء۔
- (۹) تذکرۃ المفسرین، محمد زاہد الحسینی، دارالارشاد، کیمبل پور، مغربی پاکستان (ب، ت)
- (۱۰) تفسیر درّ منثور، (مترجم) محمد کرم شاہ الازہری، ادبی دنیا، دہلی، ۲۰۰۹ء۔
- (۱۱) تفسیر الرحمن لبيان القرآن، السلفی، محمد لقمان، ندوة الشباب العالمية الاسلامیة، الہند، ۲۰۰۱ء۔
- (۱۲) تفسیر شبیر احمد عثمانی، عثمانی، شبیر احمد، وزارت اوقاف، سعود عرب، ۱۹۸۹ء۔
- (۱۳) تفہیم القرآن، مودودی، ابوالاعلیٰ، مکتبہ اسلامیہ، دہلی، ۱۹۶۸ء۔
- (۱۴) الخیر الکثیر، شرح الفوز الکبیر، پالن پوری، محمد امین بن یوسف، دیوبند، ۱۹۹۹ء۔
- (۱۵) ضیاء القرآن، محمد کرم شاہ الازہری، کلاسیکل پرنٹرس، دہلی، ۱۹۸۹ء۔
- (۱۶) علوم القرآن، مترجم، حریری، غلام احمد، تاج پرنٹرز نئی دہلی، ۱۹۸۶ء۔
- (۱۷) علوم القرآن، علیگڑھ، خصوصی اشاعت، امین احسن اصلاحی نمبر، جلد ۱۳، ۱۵، جنوری، ۱۹۹۸ء۔ دسمبر ۲۰۰۰ء۔
- (۱۸) غلامان اسلام، سعید احمد، ایم، اے، الجمعیتہ پریس، دہلی، ۱۹۶۳ء۔

- (۱۹) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مترجم، انصاری، رشید احمد۔ یونین پرنٹنگ پریس۔ دہلی۔ ۱۹۷۰ء
- (۲۰) فکر و نظر، خصوصی شمارہ، برصغیر میں مطالعہ قرآن ص، ۱۵، تحقیقات اسلامی، اسلام آباد پاکستان، جنوری تا جون، ۱۹۹۹ء
- (۲۱) فہم قرآن، سعید احمد ایم، اے، فاضل دیوبند، جمال پرنٹنگ پریس، ۱۹۴۵ء
- (۲۲) قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برسوں میں، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۱۹۸۹ء۔
- (۲۳) مبادی تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، فاراں فاؤنڈیشن اچھرہ لاہور، ۱۹۹۱ء۔
- (۲۴) مجلہ جمال کرم، تفسیر ضیا القرآن کا اسلوب و منہج، کلیار۔ ظفر اقبال۔ شمارہ، ۶۔ ۱، دربار مارکیٹ لاہور، ۱۴۲۹ھ تا ۱۴۳۰ھ
- (۲۵) مفردات القرآن، راغب الاصفہانی، اردو پریس، لاہور، ۱۹۶۳ء۔
- (۲۶) ہندوستانی مفسرین اور انکی عربی تفاسیر، قدوائی، محمد سالم، کوہ نور پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۳ء۔